Scanned by CamScanner

درسی تقریر

خاصیاتِ ابوابِ فصولِ اکبری

از افادات

امام الصرف حضرت مولانا عبدالقیوم چترالی قدس اللہ سرہٗ (المتوفی ۲۰۰۶ء)

استاذ و ناظم تعلیمات: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ضبط و تحریر

ابو یوسف مفتی محمد ولی درویش رحمہ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۹۹ء)

استاذ و نگران شعبہ تخصص فی الدعوۃ والارشاد

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ترتیب و پیشکش

محمد عمران ولی

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

کتاب کا نام .... خاصیاتِ ابواب

تحریر وضبط .... ابو یوسف مفتی محمد ولی درویش

افادات .... امام الصرف حضرت مولانا عبد القیوم چترالیؒ

ترتیب وپیشکش .... مولانا محمد عمران ولی درویش

تعداد 1100

باہتمام .... محمد سعد

سن اشاعت .... اگست 2014ء

ناشر .... اسلامی کتب خانہ

بنوری ٹاؤن کراچی 021-34927159

ملنے کے پتے

مکتبۃ القرآن بنوری ٹاؤن کراچی

دار الاشاعت اردو بازار کراچی

قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

مکتبہ انعامیہ اردو بازار کراچی

مکتبہ اشرفیہ اردو بازار کراچی

ادارہ اسلامیات اردو بازار کراچی

مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی

ادارۃ المعارف دار العلوم کورنگی

مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

شمع بک ایجنسی اردو بازار لاہور

البرہان اردو بازار لاہور

المیزان اردو بازار لاہور

ادارہ تحقیقات اردو بازار لاہور

مکتبہ رشیدیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

وحیدی کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور

مکتبہ رشیدیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ

مکتبہ احرار نیواڈاہ مردان

مکتبہ حسن ومکتبہ حبیبیہ سواڑی بازار بونیر

مکتبہ عثمانیہ پنڈی

فہرست

انتساب

مادرِ علمی جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی اور اپنے تن من دھن سے اس کی آبیاری کرنے والے اُن حاملینِ دینِ متین اور قابل فخر ہستیوں کے نام، جن کی بے لوث دینی، علمی، عملی اور ملّی خدمات تاریخ کے اوراق پر ایسے انمٹ نقوش ہیں، جو آنے والی نئی نسلوں کی ہمت کو تازگی اور تازگی کو جِلا بخشیں گی۔

بقولِ شاعر:

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

☆☆☆

وہ لوگ جنہوں نے خون دے کر
پھولوں کو رنگت بخشی ہے
دو چار سے دنیا واقف ہے
گمنام نہ جانے کتنے ہیں

☆☆☆

بقولِ والدِ ماجد مفتی محمد ولی درویش رحمہ اللہ:

ن تہ چہ پہ گلشن دَ بنوری وھے چڑچے
درویشہ دَ مالیا د سرہ وفا مہ ھیروہ ⑴

⑴ ترجمہ: آج جو تم گلشن بنوری پر نازاں ہو ☆ اے درویش! باغبان کے ساتھ وفا کو مت بھول جانا۔

باسمہٖ تعالیٰ

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار!

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی کے قدیم استاد، تخصص فی الدعوۃ والارشاد کے نگران اور جامعہ کے مطعم اور قدیمی دارالاقامہ کے ناظم، والدِ محترم حضرت مولانا ابو یوسف مفتی محمد ولی درویش قدس اللہ سرہٗ (۱۹۴۴ء - ۱۹۹۹ء) حوادثِ زمانہ اور اس کے مختلف نشیب وفراز کے کٹھن مراحل، اسبابِ زندگی کی مشکلات کے گرداب، متعدد مسائل کے بھنور اور چیستانِ لاینحل جیسے "شتات الأمور" کے ایک طویل وعریض دشتِ لیلیٰ کو پامردی، ہمت ومردانگی سے عبور کرکے ان آلام وشدائد، ہموم وغموم، دلی حسرتوں وارمانوں کے جلتے چراغ جیسے داغہائے درد والم سینے پر سجائے بڑی عمر تقریباً چھبیس (۲۶) سال کی عمر میں جامعہ میں درس نظامی کی تحصیل کے لئے داخل ہوئے۔

جامعہ میں داخلہ کیلئے آپ نے اپنے ابتدائی استاد شیخ الحدیث حضرت مولانا نور الہدیٰ صاحب مدظلہ کی معیت میں پہلا قدم رکھا، صبح ناشتہ کا وقت تھا، بانیٔ گلشن محدث العصر حضرت بنوری علیہ الرحمۃ اپنے ان مہمانوں کو بنفس نفیس ڈبل روٹیوں پر مکھن لگا کر عنایت فرماتے رہے، اور پھر اس وقت کے ناظمِ امتحاناتِ جامعہ وناظمِ تعلیمات حضرت مولانا بدیع الزمان صاحب علیہ الرحمۃ (۲۰۰۰ء) کو اپنے ہی دستِ مبارک سے رقعہ تحریر فرمایا، اور حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کو ابتدائی جائزہ کیلئے ان کے پاس بھیج دیا، اسی ابتدائی جائزہ کی مختصر سی روداد "یادگار داخلہ" کے عنوان کے تحت حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے اس زمانے کی چھوٹی سی "جیبی ڈائری" میں یوں قلم بند فرمائی ہے:

"۷ رشوال المکرم ۱۳۸۹ھ کو مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن میں درجہ ثانیہ کا امتحان دیدیا، جس کا نتیجہ ۱۰ رشوال کو نکلا، اور بفضل خدا تعالیٰ کامیابی ہوئی۔

محمد ولی درویش عفی عنہ، کراچی

۲۰ ردسمبر ۱۹۶۹ء "

آپ رحمہ اللہ نے "درجہ ثانیہ" میں داخلہ کیلئے حضرت علامہ بنوری علیہ الرحمۃ کے فرمان کے مطابق حضرت مولانا بدیع الزمان صاحب قدس اللہ سرہٗ کو امتحانی جائزہ دیا، اور اس میں کامیابی کے بعد باقاعدہ اپنے کامیاب و کامران علمی وعملی سفر کا آغاز فرمایا، اگرچہ جامعہ علوم اسلامیہ آنے سے قبل بھی آپ اپنے علمی ذوق وشوق کی بنا پر مختلف دروس القرآن میں شریک ہوتے تھے، اور میدان شعر وشاعری کے شہسوار ہونے کی وجہ سے قرطاس وقلم سے رشتہ تو پرانا تھا، جس پر کم عمری میں لکھی گئی مختصر ڈائریاں، ان میں درج مختلف کتابوں کے حوالے، دلچسپ قصے، علمی لطائف اور مختلف شعراء کے شاہکار کلام شاہدِ عدل ہیں۔

اسی بناء پر جب آپ نے درسی کتب پڑھنا شروع کیں، تو اپنے طبعی ذوق کے پیش نظر اپنے اساتذۂ کرام جو وقت کے غزالی و برزالی، تحقیق، تصنیف وتالیف اور کامیاب تدریس کے منجھے ہوئے شاہسوار، رازیٔ زمان اور جبال العلم تھے، کے مستند دروس کو لکھنے کا بھی خوب اہتمام فرمایا، تقریباً اکثر درسی کتب کی تقاریر آپ نے ضبط تحریر میں لائی ہیں، جو انشاء اللہ رفتہ رفتہ زیورِ طبع سے آراستہ و پیراستہ ہوں گی، وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

زیرِ نظر رسالہ بھی درحقیقت اسی سلسلۂ جمیلہ کی ایک حسین وجمیل کڑی ہے، آپ کے اسی داخلہ کے سال علم الصرف کی چوٹی کی بنیادی کتاب "علم الصیغہ" و "فصول اکبری" حضرت الاستاذ امام الصرف، استاذ الأساتذہ مولانا عبدالقیوم صاحب چترالی قدس اللہ سرہٗ (المتوفی ۲۰۰۷ء) کے زیرِ درس تھیں، "فصولِ اکبری" کے "خاصیاتِ ابواب" پر جو تقریر حضرت چترالی علیہ الرحمۃ فرماتے، آپ اسے لفظ بلفظ ضبط فرماتے۔ اور یہ "۱۹۷۰ء" کا سال اور حضرت چترالی علیہ الرحمۃ کی جامعہ سے فراغت کا غالباً تیرہواں سال تھا، کیونکہ آپ کا شمار جامعہ کے ابتدائی فضلاء میں ہوتا ہے، "۱۹۵۶ء" کو آپ نے جامعہ سے سند فراغت حاصل فرمائی اور اسی وقت سے تا دمِ حیات گلشن بنوری کی آبیاری فرماتے فرماتے ۲۰۰۶ء میں راہیٔ ملکِ عدم ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

جب کہ ''١٩٧١ء'' اور ''١٩٧٢ء'' حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کو حضرت چترالی علیہ الرحمۃ سے علم النحو کی مایہ ناز، مشہورِ زمانہ کتاب ''شرح ابن عقیل'' بھی پڑھنے کی سعادت حاصل ہے، جس کو حضرت علامہ بنوری علیہ الرحمۃ ''نحو کا فتاویٰ'' نام دیتے تھے۔

یوم الخمیس وما ادراک ما یوم الخمیس! (١٩) اگست ١٩٩٩ء کی صبح صادق کے وقت حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے دیارِ غیر میں اچانک داعیٔ اجل کو لبیک کہا، بقولِ شاعر:

سو دَ وطن یاران خبر گی
زما بہ ئے زنہ پہ بلمل تڑلی وینہ

حضرت والد صاحب علیہ الرحمۃ کی اس عظیم سانحہ فاجعہ اور اس دردناک والمناک جدائی کے بعد انکے عظیم علمی ذخیرہ سے، جو کہ آبائی وطن میں تھا دورانِ صفائی و ترتیب کافی تعداد میں انکے اپنے دستِ مبارک سے ضبط کردہ تقاریر دستیاب ہوئیں جن میں سے یہ ایک ''خوانِ یغما'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

''ما کتب قر'' کے بمصداق اگرچہ آج وہ عظیم ہستیاں ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں، مگر انکی علمی انفاس، عملی نقوش بصورتِ تحریر ہمارے ہاتھوں میں ہیں، ان تحریرات کے آئینہ میں ہم انہیں دیکھ سکتے ہیں، پڑھ سکتے ہیں اور محسوس کر سکتے ہیں، قابلِ فخر شاگردوں کا روزِ اول سے یہ معمول رہا ہے کہ اپنے اساتذۂ کرام کی بکھیرتے نایاب موتیوں کو کتابت کی لڑی میں پرو کر انہیں اگلی نسلوں اور آنے والی قوموں تک منتقل کر کے مابعد والوں پر احسانِ عظیم کرتے آئے ہیں جسکی مثالیں بے شمار و لاتعداد ہیں، جنکی تفصیل کا یہ مقام نہیں۔

حضرت مفتی صاحب نے بھی دورانِ درس اپنے اساتذۂ کرام کی درسی تقاریر کو حسبِ استطاعت قلم بند کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔۔۔۔۔۔ تو لیجئے!

حضرت چترالی علیہ الرحمۃ کی تقریر دلپذیر جو ایک پرانی، و باریک و مشکل، پیچیدہ اور پختہ خط پر مشتمل کاپی میں موجود تھی، جسکی تبییض کا آغاز 2008ء میں ہوا تھا، مگر نہ معلوم کس طرح یہ کام

پس منظر میں چلا گیا اور پھر اچانک ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ کو دوبارہ اسکی تبییض کا آغاز ہوا، جو الحمدللہ! آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

کاپی جس طرح لکھی گئی ہے اور جو اسکا انداز ہے، بعینہ اسی طرز پر بغیر کم وکاست کے نقل کی گئی ہے، اگر کسی حرف کا بھی اضافہ بھی کیا گیا ہے تو بین القوسین یا حاشیہ میں درج کیا گیا ہے، اگر یوں کہا جائے کہ:

نوشتم آنچہ دیدم در کتاب

تو بے جا نہ ہوگا۔

اگر چہ موجودہ دور کے علمی وتحقیقی ذوق وشوق اور رائج انداز واطوار کے شاید ہم آہنگ نہ ہوگا، بعض نازک طبعیتوں پر گراں بھی گزرے گا، مگر شاید اسی سے ہمیں اپنے گزشتہ استاذ الاساتذہ وبزرگوں کے اندازِ تدریس وتشریح، اندازِ بیان کا اندازہ بھی ہوگا، اور انشاء اللہ باعثِ برکت بھی ہوگا۔

بندہ اپنے استاذ مکرم ومحترم، جامع المعقولِ والمنقول، محدث ومفسر، حضرت مولانا محمد انور البدخشانی مدظلہ العالی کا انتہائی مشکور ہے کہ انہوں نے اس رسالہ کو جانچا، دورانِ تبییض اپنی فارسی، شرح انوری برفصولِ اکبری، عنایت فرمائی اور قیمتی کلمات تحریر فرمائے۔

اسی طرح حضرت چترالی علیہ الرحمۃ کے جانشین اور خلف الرشید استاذِ محترم حضرت مولانا عبد اللہ چترالی صاحب مدظلہ العالی نے بھی رسالہ ہٰذا کو از اوّل تا آخر دیکھا اصلاحات فرمائیں، مفید اضافے فرمائے اور قیمتی مشوروں سے نوازا۔

جامعہ کی شاخ ملیر کے استاذ برادرم مولانا سیف اللہ صاحب مدظلہ العالی نے بھی فنی وکتابت کی اغلاط کی مکمل تصحیح فرمائی۔

اور آخر میں جامعہ کے نائب رئیس، جانشین حضرت بنوری علیہ الرحمۃ حضرت مولانا سید سلیمان یوسف بنوری صاحب مدظلہ العالی کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انکی گراں قدر تقریظ سے اس رسالہ کو چار چاند لگ گئے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

جامعہ علوم اسلامیہ کے متخصص فی علوم الحدیث برادرم مولانا مفتی کلیم اللہ چترالی کا بھی

انتہائی مشکور ہوں کہ انہوں نے اول تا آخر اس رسالہ کو کمپوز فرمایا اور ترتیب و تنقیح میں کافی تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔

حسنِ اتفاق دیکھیں کہ حضرت والد محترم نے تقریباً 44 سال قبل فصولِ اکبری حضرت چترالی علیہ الرحمۃ سے درساً پڑھی ہے، اور بندہ کو انکے 28 سال بعد سال 1998 میں حضرت چترالی علیہ الرحمۃ سے پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے، والحمد للہ علیٰ ذلک۔

اللہ تعالیٰ اس معمولی سی کاوش کو اپنی بارگاہِ عالی میں قبول و منظور فرمائے اور حضرت مولانا چترالی علیہ الرحمۃ اور حضرت مفتی صاحب، اس سلسلہ کے تمام اساتذہ کرام اور راقم الحروف کے لئے تاقیامِ قیامت صدقہ جاریہ بنائے اور مزید جو علمی کام پیش نظر ہے، اسکی تکمیل کے غیب سے اسباب پیدا فرمائے۔

آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

☆☆☆

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار!
لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

☆☆☆

محمد عمران ولی
جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

27 جمادی الاولیٰ 1435ھ
29 مارچ 2014ء بروز ہفتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا محمد انور بدخشانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

استاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

الحمد للہ الذی بیدہ تصریف الریاح وتسخیر السحاب، وباختیارہ تقلیب اللیل والنہار، واصل واسلم علی رسولہ محمد سید الاخیار، وعلی آلہ وصحبہ الابرار الی یوم تقوم دار القرار۔

علم الصرف والنحو کی اہمیت:

علمائے عربیہ نے کہا ہے: "اعلم ان علم الصرف ام العلوم و النحو ابو ھا" اس قول کا لازم مفہوم یہ ہے کہ علوم عربیہ کی صحت و بقاء دو چیزوں پر موقوف ہے، علم التصریف وعلم النحو، دونوں میں فرق یہ ہے کہ ① علم النحو کا تعلق کلمہ کے پاؤں اور جوتوں سے ہے کہ: کلمۂ عربی ننگے پاؤں اور مبنی ہے یا کہ جوتا والا معرب ہے، اگر معرب ہو تو اس کے تین قسم کے جوتے (رفع، نصب، جر) ہیں، اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے۔

② علم تصریف کا تعلق کلمۂ عربی کے سر سے لے کر پاؤں تک ہے کہ فاء کلمہ کے مقابلہ میں کیا ہے؟ پھر عین کلمہ کے مقابلہ میں کیا ہے؟ پھر لام کلمہ کے مقابلہ میں کیا ہے؟ بعدًا یہ دیکھنا کہ یہ تین حروف حروف علت ہیں یا صحیح؟ اصلی ہیں یا زائد؟ دو حرف ایک جنس میں سے ہیں یا خلاف جنس میں سے ہیں؟

دوسرا فرق یہ ہے کہ علمی اداروں کے کسی قاموس (لغت) کا مطالعہ بدون علم تصریف کے عرفاً ناممکن ہے۔ اس لئے کہ بغیر معرفتِ ابواب وصیغ وخاصیتِ ابواب کسی لغت سے

استفادہ محال جیسا ہے۔

خاصیتِ ابوابِ علمِ تصریف پر عربی، اردو، فارسی میں بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں سے ایک مختصر کتابچہ (خواص ابواب پر) حضرت مفتی ولی درویش صاحب کا زمانہ طالب علمی میں اپنے استاد وسابق ناظم تعلیمات جامعہ علوم اسلامیہ حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب رحمہ اللہ سے تقریباً ۴۴ سال قبل دورانِ درس ضبط کردہ ہے، جو نہایت جامع وسہل وموجز و دل پذیر ہے۔

موجز ودل پذیر افتادہ است
لاجرم بی نظیر افتادہ است

اور اب ''الولد سر لأبیه'' کے مطابق ان کے عالم وفاضل صاحبزادہ مولانا عمران ولی نے اس ضبط شدہ متاعِ گم شدہ کو کہنہ و بوسیدہ اوراق سے نکال کر تبییض و تصحیح وتہذیب فرما کر طباعت کے لئے تیار کیا ہے۔ تقبل اللہ من الوالد والولد۔ آمین۔

محمد انور بدخشانی
جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
۱۴۳۵/۶/۱۳ھ
۲۰۱۴/۴/۱۴ء

تأثرات

استاذِ محترم حضرت مولانا سید سلیمان یوسف بنوری حسینی زید مجدہ

نائب رئیس وناظم تعلیمات: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

الحمد لله رب العالمين ،والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين
وخاتم النبيين وعلى آله وصحبه أجمعين، أما بعد:

خاصیات ابواب علم الصرف کے مختلف مباحث میں سے ایک اہم بحث ہے، جس سے الفاظ و معانی کے باہمی تعلق اور الفاظ کے برموقع استعمال سے شناسائی پیدا ہوتی ہے، اور اس کا ثمرہ ادب و بلاغت میں ظاہر ہوتا ہے، خاصیات کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر درس نظامی میں ''فصول اکبری'' داخل نصاب ہے جو بلاشبہ ایک عمدہ کتاب ہے، لیکن آج کل عموماً طلبہ کی فارسی زبان سے ناواقفیت اور کمزوری اس فن کے سمجھنے میں آڑے آجاتی ہے، اسی لیے عرصے سے طلبہ کے لیے خاصیات ابواب کے متعلق ایک مختصر و عام فہم رسالے کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی، بعض رسائل اس موضوع پر اس سے قبل شائع ہو چکے ہیں، زیرِ نظر رسالہ ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا عبد القیوم چترالی رحمۃ اللہ علیہ کے درسی افادات پر مشتمل ہے جنہیں استاذ محترم مفتی محمد ولی درویش رحمۃ اللہ علیہ نے زمانہ طالب علمی میں تحریر فرمایا تھا۔

خاصیات ابواب کے موضوع پر اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ رسالہ ہمارے دو مشفق ومحترم اساتذہ کرام کی یادگار ہے، جب اس رسالے کا مطالعہ شروع کیا تو زمانہ طالب علمی کے وہ دن یاد آگئے جو ان اساتذہ کرام کی صحبت میں گذرے، اور خوش نصیبی کی بات یہ ہے کہ مولانا عبد القیوم رحمۃ اللہ علیہ سے دیگر علوم وفنون کے ساتھ ساتھ بندہ کو علم صرف پڑھنے کا شرف بھی حاصل ہوا، جبکہ مفتی محمد ولی درویش رحمۃ اللہ علیہ کے جلالین وہدایہ کے اسباق کا لطف آج بھی تازہ ہے، یہ دونوں اساتذہ والد ماجد حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے عشق ومحبت کرنے والوں میں ایک نمایاں مقام رکھتے تھے، ان کے دروس اور صحبتیں حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے سے بھرپور ہوتی تھیں:

آئے عشاق، گئے وعدۂ فردا لے کر
اب ڈھونڈ انہیں چراغ رخ زیبا لے کر

اساتذہ کرام نے جس شفقت و محبت سے پڑھایا چشم تصور سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ:

روح پدرم شاد کہ فرمود بہ استاذ
فرزند مرا عشق بیاموز و دگر ہیچ

چونکہ یہ دونوں اکابر میرے اساتذہ میں سے ہیں، اس لیے ان کے افادات پر کچھ تحریر کرنے کا اپنے آپ کو اہل نہیں سمجھتا لیکن مولوی عمران ولی سلمہ کی خواہش واصرار پر اپنی سعادت سمجھتے ہوئے یہ چند سطریں سپرد قلم کردی ہیں، رسالہ اگرچہ مختصر ہے لیکن بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ ''ہر چہ بقامت کہتر بقیمت بہتر'' کا مصداق ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اساتذہ واکابر کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور کتاب، مرتب کتاب اور ہم سب کو اپنے اساتذہ کے لیے صدقہ جاریہ بنائے، آمین۔

سلیمان یوسف بنوری

۱۰ رجب ۱۴۳۵ھ

۱۰ مئی ۲۰۱۴ء

باسمہٖ تعالیٰ

دعائیہ کلمات

استاذ محترم حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب چترالی مدظلہم

ابن امام الصرف حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب چترالی رحمۃ اللہ علیہ

خاصیاتِ ابواب پر مشتمل یہ کتاب محترم مولانا عمران ولی صاحب حفظہ اللہ کی ایک علمی کاوش ہے کہ والدِ محسن ومربی مولانا عبدالقیوم چترالی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، واستاذی مولانا مفتی محمد ولی درویش رحمۃ اللہ علیہ کے علمی شہ پارے کو افادۂ عامہ کے لئے بوسیدہ وکہنہ اوراق سے مضبوط ومربوط ومزیّن قرطاس پر جمع کیا اور مجھے مشورے اور اور اصلاح کی غرض سے دیکھنے کے لئے دیا، لیکن دیکھنے اور پڑھنے سے معلوم ہوا کہ:

اولاً: حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انتاز بردست جمع فرمایا ہے کہ تقریباً تمام ہی درس کو ضبط ومحفوظ فرمایا۔

ثانیاً: بھائی عمران ولی سلّمہ، نے تھوڑی بہت کمی بیشی حواشی کی صورت میں مکمل کردی، اور تقریباً مکمل طور پر اسے قابل استفادہ بنایا، مجھے خوشی ہونے کے ساتھ بھائی عمران ولی کے لئے دلی دعا بھی ہے کہ حضرت اکابر وبابرکت بزرگانِ دین کی تبرکات کو طلبہ کے لئے کارآمد ومیسر فرمایا اور ان سے مستفید ہونے والے طلبہ سے دعائیں لینے کا موقع بھی پایا۔ فللّٰہ الحمد والمنۃ۔

بس یہی دعا ہے کہ اللہ پاک اس کاوش کو ہم سب کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے۔

ان اللّٰہ لا یضیع اجر المحسنین۔

فقط والسلام

راقم الحروف: محمد عبداللہ بن مولانا عبدالقیوم چترالی رحمۃ اللہ علیہ

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

بابائے صرف حضرت مولانا عبدالقیوم چترالی رحمہ اللہ کا مختصر تعارف

نام: مولانا محمد عبدالقیوم بن مفتی عبداللہ بن مولانا باز محمد بن محمد میر بن حضرت میر بن ملا میر رحمہم اللہ

تاریخ پیدائش: غالباً ۱۹۲۰ء۔

جائے پیدائش: ضلع چترال تحصیل دروش گاؤں اسیر دور۔

ابتدائی تعلیم: اپنے والدِ مرحوم سے ہی قرآنِ کریم، فارسی، ومنیۃ المصلّی اور نورالایضاح وغیرہ پڑھیں، اس کے بعد پشاور تشریف لائے اور حسنِ اتفاق سے جس مسجد میں ٹھہرے، حضرت محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوری علیہ الرحمۃ کے والدِ بزرگوار حضرت مولانا سید زکریا بنوری صاحب رحمہ اللہ بھی اسی محلہ ''گڑھی میر احمد شاہ'' میں قیام پذیر تھے، انہی کے زیرِ سایہ تعلیم حاصل کرتے رہے۔

علم الصرف کا پورا فن پشاور میں کمالِ مہارت کے ساتھ حاصل کیا، جب واپس اپنے علاقے میں جانا ہوا تو ان کے بڑے بھائی مولانا عبدالحیٔ رحمہ اللہ نے پوچھا: کہ لڑکے! علم الصرف خوب یاد کیا؟ تو حضرت چترالی علیہ الرحمۃ نے جواب میں فرمایا کہ: الحمدللہ! علم الصرف میں اتنا کمال حاصل کر چکا ہوں کہ اگر دنیا سے علم الصرف کی تمام کتابیں ختم ہو جائیں تو میں دوبارہ اس فن کو ترتیب دے سکتا ہوں، اس کے ساتھ ساتھ آپ نے علم قرأت میں بھی کافی مہارت حاصل کر لی تھی، چنانچہ جب آپ عیدگاہ بہاولنگر تشریف لے گئے، اور درجہ ثالثہ میں داخلہ لیا، وہاں چونکہ فارسی کا کوئی استاد نہیں تھا، تو حصولِ تعلیم کے ساتھ آپ طلبۂ کرام کو تجوید علم الصرف اور فارسی بھی پڑھاتے تھے، باہر سے اگر کوئی آکر پوچھتا کہ فارسی کے استاد کون ہیں؟ تو طلبہ آپ ہی کی طرف اشارہ فرماتے کہ یہ ہمارے فارسی کے استاد ہیں۔

جامعہ بنوری ٹاؤن آمد: غالباً ۱۹۵۴ء میں جامعہ تشریف لائے، درجہ سادسہ، درجہ سابعہ اور دورۂ حدیث یہیں پڑھے، اور ۱۹۵۶ء میں جامعہ سے سندِ فراغت حاصل کی۔

مشہور اساتذۂ کرام: محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری علیہ الرحمۃ،

حضرت مولانا فضل محمد صاحب سواتی قدس اللہ سرہٗ، حضرت مولانا لطف اللہ صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا نافع گل صاحب رحمہ اللہ، مفتیِ اعظم حضرت مولانا مفتی ولی حسن خان ٹونکی رحمہ اللہ، مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمہ اللہ، حضرت مولانا ایوب بنوری رحمہ اللہ، حضرت مولانا نیاز محمد صاحب (بہاولنگر)۔

جامعہ میں ذمہ داریاں: آپ رحمہ اللہ تقریباً ۳۰ سال ناظمِ دارالاقامہ و ناظمِ مطبخ رہے، ناظمِ تعلیمات حضرت مولانا مصباح اللہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ۲۰۰۳ء تک جامعہ کے ناظمِ تعلیمات رہے، جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید رحمہ اللہ کے بیرونِ ملک اسفار (عمرہ وغیرہ) کے دوران نائب اہتمام کی ذمہ داریاں بھی پوری فرماتے، ان ذمہ داریوں کے انجام دہی کے ساتھ ساتھ آپ رحمہ اللہ مفوضہ کتابوں کو بھی بخوبی اور احسن طریقے سے پڑھاتے، اور کسی طرح بھی آپ کے اسباق متأثر نہ ہوتے، علم الصرف سے خاصا لگاؤ تھا، شروع میں یہی فن زیادہ پڑھایا، اور اسی وجہ سے آپ کو "امام الصرف" اور "بابائے صرف" کہا جاتا تھا، بعد میں اصول الشاشی، منتخب الحسامی، نور الانوار کافی عرصہ آپ کے زیرِ درس رہیں، جب کہ اخیر میں زیادہ تر درجہ خامسہ کی تفسیر اور جامعہ کے شعبہ بنات میں صحیح مسلم شریف پڑھائی۔

معمولات: آپ رحمہ اللہ حد درجہ یکسوئی پسند تھے، آرام کو کسی خاطر میں نہ لاتے، حتیٰ کہ آخری عمر میں بھی آپ اپنے گھر (جو کہ پی آئی بی کالونی میں واقع ہے) سے سائیکل پر ہی تشریف لاتے، حج و عمرہ وغیرہ کے علاوہ اسفار نہیں فرماتے، وفات سے قبل خادم العلماء حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحب شہید رحمہ اللہ اور جامعہ کے قدیم ترین استاذ حضرت مولانا محمد صاحب رحمہ اللہ (المعروف سواتی بابا) کی معیت میں افریقہ کا سفر ہوا، غالباً عمرہ بھی ادا فرمایا۔

ایام المرض، رحلت و مقام تدفین: سفر سے واپسی پر فالج کا حملہ ہوا، تقریباً چار سال کا طویل عرصہ انتہائی صبر و تحمل کے ساتھ آپ صاحبِ فراش رہے، بالآخر ۲۷ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ بمطابق ۱۶ اپریل ۲۰۰۷ء بروزِ پیر بوقتِ صبح ساڑھے آٹھ بجے آپ اس دارِ فانی سے دارِ بقاء کی طرف کوچ کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آئے تھے چمن میں سیرِ گلشن کر چلے
سنبھال مالی باغ اپنا ہم تو اپنے گھر چلے

جامعہ کے رئیس و شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہ نے بعد نمازِ عصر جنازہ پڑھایا، اور اسی روز شمسی قبرستان حب ریور روڈ کراچی میں آپ کے شاگردوں، عقیدت مندوں اور بے شمار علماء کرام کی موجودگی میں آپ کو سپردِ خاک کیا گیا۔

بادِ صبا دغہ یو سوال خو دَ درویش اومنہ
زما لہ لورے ئے خوارہ کڑہ پہ مزار گلونہ

اولاد و احفاد: ایک بیٹا، تین بیٹیاں چار پوتے، ایک پوتی اور ہزاروں شاگردوں اور متعلقین کو سوگوار چھوڑا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃ۔

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئینِ گلستاں میں
ہمیں بھی یاد کر لینا چمن میں جب بہار آئے

اللهم اغفر له وارفع درجته في المهديين۔

ويرحم الله عبداً قال آمينا.

مختصر تعارف حضرت درویش رحمۃ اللہ علیہ

نام: حضرت مولانا مفتی ابو یوسف محمد ولی درویش بن حضرت ولی بن اعتبار شاہ بن شیرو خان بابا رحمہم اللہ

تاریخ ومقام پیدائش: ۷ جون ۱۹۴۳ء۔ ۱۳۶۳ھ کو پشتو کے مشہور صوفی شاعر، عارفِ سرحد جناب عبد الرحمن المعروف بہ "رحمن بابا" کے وطن "بہادر کلے" میں پیدا ہوئے اور پھر کچھ عرصہ بعد مالاکنڈ ایجنسی کے مضافاتی گاؤں "مٹکنی" میں لوٹ آئے جو کہ آپ کا آبائی وطن ہے۔

تعلیم وفراغت: ابتداء سے مقامی تعلیم گاہوں سے سلسلہ تعلیم شروع ہوا، تقریباً آٹھویں جماعت تک اسکول کی تعلیم حاصل کی، وسائل ومواقع کی کمیابی کے باعث یہ سلسلہ موقوف ہوا اور عرصہ کے بعد کبر سنی میں دینی تعلیم شروع کی اور ۱۹۷۶ء۔ ۱۳۹۶ھ کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے درسِ نظامی کی سندِ فراغت حاصل کی اور دو سال تخصص وافتاء کا کورس کیا۔

آپ کے اساتذہ کرام: حضرت علامہ مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۷۷)، حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۹۵ء)، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن صاحب رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۹۱ء)، حضرت مولانا بدیع الزماں صاحب رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۹۹ء)، حضرت مولانا سید مصباح اللہ شاہ صاحب شیرازی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۹۵ء)، حضرت مولانا معاذ الرحمن صاحب رحمہ اللہ، مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۹۷ء)، تلمیذِ حضرت مدنی رحمہ اللہ مولانا محمد سواتی صاحب رحمہ اللہ (المتوفی ۲۰۰۸)، حضرت مولانا عبد القیوم چترالی صاحب رحمہ اللہ (المتوفی ۲۰۰۷ء)، مناظر اسلام حضرت مولانا امین صفدر اوکاڑوی صاحب رحمہ اللہ (المتوفی ۲۰۰۰ء)، (جو اگر چہ باقاعدہ استاذ تو نہیں تھے لیکن حضرت کا ان سے عقیدت واحترام کا ایسا تعلق تھا جیسا کہ ایک شاگرد کو اپنے مربی ومشفق استاذ سے ہوتا ہے)، حضرت مولانا محمد حامد صاحب رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۷۷ء، ان کی وفات حضرت بنوری رحمہ اللہ سے ایک

ہفتہ قبل ہوئی)، حضرت مولانا فضل محمد سواتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبداللہ کاخیل رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۹۸ء)، حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۸۹ء)، حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۹۹ء)، حضرت مولانا قائم شاہ صاحب، حضرت مولانا آفتاب احمد صاحب، حضرت مولانا غلام رسول صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد شاہد صاحب مدظلہ العالی، مولانا محمد احمد قادری صاحب، الشیخ الاستاذ عبدالرحمن صالح مصری (مبعوث الازہر الشریف الی الجامعہ ۱۹۷۰ء۔۱۳۹۰ھ)، الشیخ الاستاذ المجود القاری محمد ابراہیم غنیم المصری (مبعوث الازہر الشریف الی الجامعہ ۱۹۷۰ء۔۱۳۹۰ھ)، شیخ التفسیر حضرت مولانا عبدالحلیم کوہستانی مدظلہ، حضرت مولانا شہاب الدین ایرانی صاحب، حضرت مولانا محمد امین اورکزئی صاحب مدظلہ، اور حضرت مولانا نورالہدیٰ صاحب مدظلہ۔

اجازت حدیث: اپنے اساتذۂ کرام کے علاوہ حضرت مولانا شمس الحق افغانی ترنگزئی رحمۃ اللہ علیہ (سابق وزیر معارف الشرعیہ، ریاستہائے متحدہ بلوچستان، شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، المتوفی ۱۹۸۳ء)، حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مہتمم دارالعلوم دیوبند، المتوفی ۱۹۸۳ء)، اور مشہور حنفی عالم، محقق و مدقق و مصنف کتب کثیرہ حضرت علامہ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۱۷ھ) نے آپ کو اجازتِ حدیث عطا فرمائی۔

مجازِ بیعت: حضرت محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ اقدس پر رمضان المبارک (۱۳۹۶ھ) کو بیعت حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

طرزِ زندگی: اخفاء خمول کا مظہر، زُہد و تقویٰ کی عملی تصویر، جذبۂ جہاد اور حمیتِ دینی سے سرشار، عملی ذوق کا مجسمہ، قناعت و کفایت شعاری کی اعلیٰ مثال، احساسِ ذمہ داری، نظام الاوقات کی پابندی اور حق گوئی آپ کا شیوہ تھا۔

علمی خدمات: ① فقہی پہیلیاں (اردو)، ② اپنے گھر کی اصلاح کیجئے (اردو)، ③ کیا نمازِ جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھنا سنت ہے؟ (اردو)، ④ درسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مونځ (پشتو) (حنفی نماز کا اثبات اور غیر مقلدین کے شکوک و شبہات کے مسکت جوابات)، ⑤ القول السدیدفی

جواب القول العنید (پشتو) (ردِّ غیر مقلدیت)، ❻ نور العیون والبصائر فی توضیح الاشباہ والنظائر (اردو)، ❼ الرائد لرجال مجمع الزوائد (عربی)، ❽ الجہد الاثیث (اصول حدیث) (پشتو)، ❾ درسِ قرآن حضرت مولانا عبدالحلیم کوہستانی صاحب (پشتو)

رحلت: ۷ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱۹ اگست ۱۹۹۹ء بروز جمعرات بوقت سحر، قندھار کے سرکاری مہمان خانہ میں ہوئی۔

تدفین: بوقت عشاء اپنے آبائی وطن میں ہوئی، نمازِ جنازہ حضرت مولانا عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہ العالی (مدیر جامعہ علوم اسلامیہ) نے پڑھائی، جس میں کثیر تعداد میں علمائے کرام وطلباء عظام اور عوام الناس کا ایک جم غفیر شریک ہوا۔

اللھم اغفر لہ وارحمہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ واجعل قبرہ روضۃ من ریاض الجنۃ۔ آمین۔

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

☆☆☆☆

بادِ صبا دغہ یو سوال خود درویش اومنہ
حُما لہ لورے ئے خوارہ کڑہ پہ مزار گلونہ

☆☆☆

درویش رحمہ اللہ علیہ

تاریخی قطعات

نتیجۂ فکر: محمد عمران ولی

پیدائش: "لوحِ عزیز قطعات تاریخیہ"

۱۹۴۴ سنہ

ھُواللہ غافرہٗ

۱۳۶۳ سنہ

قُل ہذا: لسان عربی مبین

۱۳۶۳ سنہ

☆☆☆

وفات: آہ بہ غمِ والدی و مکرمی

۱۴۲۰ سنہ

وارثِ نبی مہرباں چل بسا
عاملِ حدیث و قرآں چل بسا
رہ گئے لشکر تمنا کے سبھی
وہ رطب اللساں حُدی خواں چل بسا
شوق کے منزل سے نا امیدی ہے
راہ رووں کا میرِ کارواں چل بسا
دین کے طالب پریشان ہوگئے
وہ ہمارا شیخِ قرآں چل بسا
کس طرح یہ دردِ فرقت جائے گا؟

غم گسارِ دردِ پنہاں چل بسا
سالِ تعلیمی کے دوراں ہی میں وہ
حسرتوں کے لے کے ارماں چل بسا
انیسویں صدی کے آ واخر میں ہی
شاعر ومفتی، غزل خواں چل بسا
چلچلاتی دھوپ میں عمرانؔ دیکھ!
"واہ حضرت" سوئے جناں چل بسا

سنہ ۱۴۲۰ھ

آہ بیاد دَ شاعرِ بدیع مولانا مفتی محمد ولی درویش

سنہ ۱۹۹۹ء

چہ مئین وؤ پہ اسلام ھغہ بشر لاڑ
ھم ولی دغہ وارث دَ پیغمبر لاڑ
دَ رحلت تاریخ ئے اولیکہ عمرانہؔ
"مغفور ولی درویش نن پہ "سفر لاڑ

سنہ ۱۹۹۹ء

قطعہ باوفات۔ محمد۔ ولی باخدا

سنہ ۱۴۲۰ھ

طبلِ رحلت زد ازیں سوئے جناں
آں حبیب و قرۃِ عینم بداں
سالِ وصلش گفتہ ایم اے جانِ من
"آہ حضرت آہ" را با دِل بخواں

سنہ ۱۴۲۰ھ

☆☆☆

یہ کہا ہاتف نے جب وقتِ فرقت ہوگیا
اک "لاجواب آفتابِ عمل رخصت ہوگیا"
۱۹۹۹ء
سنہ

☆☆☆

شاعر و مفتی ادیب و نکتہ بیں نہ رہا
آہ اک چراغِ علومِ دیں نہ رہا
+۶ =۱۴۱۴ ۱۴۲۰ھ
سنہ

☆☆☆

رفت ازیں دنیا ولی
آں فقیر وبے ریا ولی
سالِ وصلش گفتہ ایم
"آہ شخصیت بے بہا" ولی
۱۴۲۰ھ
سنہ

☆☆☆

آہ رحمتِ حق محمد ولی درویش
۱۴۲۰ھ

☆☆☆

واہ مفتی ملا محمد ولی مرتبہ یافت علی
۱۹۹۹ء
سنہ

☆☆☆

نن م زڑہ دے ناقرار
کڑم دعا دَ رب غفار
ورلہ ورکڑے جنتونہ بے شمار
یا واحد یا غفور یا ستار

۱۹۹۹ء
سنہ

☆☆☆

مصنفِ فصولِ اکبری کے مختصر حالات

نام ونسب: آپ کا نام علی اکبر اور والد کا نام علی ہے، نسلاً حسینی اور مذھباً حنفی ہیں، موطن ومسکن شہر الہ آباد ہے۔

عام حالات زندگی:

موصوف فقہ واصول اور عربیت کے بلند پایہ عالم تھے، آپ وزیر سعد اللہ خان کے صاحبزادے لطف اللہ اور شاہ عالمگیر اورنگزیب کے صاحبزادے محمد اعظم کے معلم تھے، عالمگیر نے آپ کی علمی مہارت اور تورع کو دیکھ کر آپ کو شہر لاہور کا قاضی بنایا اور آپ عالمگیر کی حیات تک پورے دبدبے اور ہیبت کے ساتھ بلا جھجک امور قضاء انجام دیتے رہے، شریعت کی پابندی کرتے ہوئے کوئی کوتاہی نہیں کی، جس کی وجہ سے بہت سے امراء وعظماء آپ پر غیظ وغضب کے دانت پیستے رہے، بالآخر جب امیر قوم الدین اصفہانی لاہور کا قاضی مقرر ہوا تو اس نے نظام الدین وغیرہ کے ذریعے ۱۱۰۰ھ میں آپ کو اور آپ کے بھانجے سید محمد فاضل کو قتل کیا۔

اس دردناک واقعے کا جب عالمگیر کو علم ہوا تو انہوں نے نظام الدین اور امیر قوم الدین کو معزول کردیا، نظام الدین کو آپ کے ورثہ کے حوالہ کر کے قصاص میں قتل کردیا اور امیر قوم الدین کا فیصلہ عدالت کے حوالہ کیا جس کو بعد میں آپ کے ورثاء نے معاف کیا۔

آپ بڑے فضل اور کمال والے تھے جس وقت فتاویٰ عالمگیری کی تدوین ہو رہی تھی تو اس کی نگرانی کرنے والوں میں آپ بھی تھے۔ (ماخوذ از نزہۃ الخواطر)

تصانیف:

فن صرف میں فصولِ اکبری آپ کی مشہور ومتداول کتاب ہے اس کے علاوہ اصول اکبری اور شرح الاصول ہے آخر الذکر دونوں کتب عربی میں ہیں۔

شروح فصولِ اکبری

① نوادر الاصول فی شرح الفصول — مفتی سعد اللہ صاحب مراد آبادی — ۱۲۹۴

② شرح فصول اکبری — ملا علاؤ الدین فرنگی محلی (۱۲۴۲) ③ رکاز الاصول شرح فصول

④ شرح فصول اکبری ⑤ فیوض عثمانی (اردو) مولانا عبد الرب میرٹھی

خاصیت کی لغوی و اصطلاحی تعریف

خاصیات جمع ہے خاصیت کی، اور لفظ خاصیّت صاد اور یاء کی تشدید کے ساتھ ہے، اور یہ لفظ دراصل مصدر ہے جس کی اصل خاصِصِیَّت ہے، جیسے: ضَارِبیّت ہے، پھر دو حرف ایک جنس ہونے کی وجہ سے مدغم کیا گیا لیکن عرف عام میں اس لفظ کو صاد کی تخفیف کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، جسکی ابتداء فارسیوں نے کی۔

خاصیت لغت میں کہتے ہیں "تخصیص الشيَ بالشيَ"، اور صرفیوں کے نزدیک خاصیات ان معانی کو کہا جاتا ہے جو کسی باب کے لغوی معانی سے زائد ہو کر اس کے ساتھ لازم ہو، جیسے: لفظِ اِخراج کا معنی ہے نکالنا، اس کے لغوی معنی کے ساتھ ساتھ تعدیہ کا معنی بھی پایا گیا ہے، اور یہ تعدیہ اس کے ساتھ لازم ہے، تو لفظ اخراج میں دو چیزیں پائی گئی ہیں، ایک اس کے معنی لغوی "اِخراج" دوسرا تعدیہ یعنی نکالنا، خارج کرنا۔

فوائد

خاصیات کے بغیر علم صرف ناقص ہے، کیونکہ جو شخص خاصیات ابواب سے واقف نہ ہو وہ عربی عبارات کو صحیح نہیں سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

مثال کے طور پر ایک مشہور نام ہے "اَلْمُغْرِبْ فی ترتیب المعرب، اب جو شخص باب افعال کے خواص کو نہیں جانتا تو وہ اس کو اَلْمَغْرِبْ پڑھتے ہیں۔ اسی طرح لفظِ مُظَاهَرَہ مصدر کو اکثر لوگ ناواقفی کی وجہ سے بلفظ اسم فاعل مُظَاهِرَہ پڑھتے ہیں۔

خاصیاتِ ابواب کے موضوع پر فصول اکبری انتہائی مستند اور معتمد کتاب ہے جو عرصے سے درسِ نظامی میں داخل نصاب ہے، اس سے اس کی اہمیت اور غیر معمولی مقبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

باب در خاصیاتِ ابواب (ثلاثی مجرد)

بدانکہ سہ باب اول ام الابواب اند، فافہم:

"باب نصر ینصر بروزن فَعَل یفعُلُ و ضرب یضرب بروزنِ فعَل یفعِلُ وباب سمع یسمَعُ بروزن فعِل یفعَلُ" کو ام الابواب یعنی اصل الابواب اس وجہ سے کہتے ہیں کہ صرفیوں کے نزدیک جن ابواب کے ماضی ومضارع کی عین کی حرکت باہم مختلف ہو، اصل کہلاتے ہیں، گویا معنیٰ کے اختلاف کے ساتھ ساتھ حرکتِ عین بھی مختلف ہے، اس کے علاوہ تمام ابواب اس کے فروع میں سے ہیں کیونکہ ثلاثی مجرد میں اختلافِ شرط کا معنیٰ تو موجود ہے لیکن تخالفِ حرکتِ عین موجود نہیں، جس کی بنا پر یہ فروع کہلاتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ ثلاثی مجرد کے باقی تین ابواب یعنی "① حسب یحسب، ② فتح یفتح، ③ اور کرُم یکرُم" انہی ابواب سے ماخوذ ہیں، وہ اس طرح کہ حسب کا ماضی سمع سے اور مضارع ضرب سے ماخوذ ہے، اور فتح کا ماضی یا تو نصر سے یا ضرب سے ماخوذ ہے، جبکہ اس کی مضارع سمع سے ماخوذ مانتے ہیں، اور کرم کی مضارع نصر سے ماخوذ بتاتے ہیں اور کرم کی ماضی پر "حکم الاکثر للکل" کی دلیل پیش کرتے ہیں لیکن پہلا قول راجح ہے اور دوسرا قول غیر مقبول جیساکہ "نوادرالاصول" شرح فصول اکبری میں ہے۔

باقی مزید پر ان کی فوقیت اس لحاظ سے ہے کہ اصل باعتبار مزید کے اصل ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

خاصیتِ بابِ نصر ینصر (فَعَلَ یَفْعُلُ)

قولہ، مگر غلبہ خاصہ نصر است۔۔۔ الخ

غلبہ بابِ نصر کا خاصہ ہے، جب بھی کسی فعل سے غلبہ مراد ہو تو اسے نصر میں لاکر غلبہ (مراد) لیتے ہیں "فَعَلْتُہٗ" کے وزن پر، جیساکہ: ضَارَبَنِیْ فَضَرَبْتُہٗ، اور "کَاتَبَنِیْ فَکَتَبْتُہٗ" یعنی وہ میرے ساتھ مار پیٹ کرتا رہا، میں اس پر مار پیٹ میں غالب آگیا، اور وہ میرے ساتھ کتابت کرتا رہا تو میں اس پر کتاب میں، اس انداز پر باب مفاعلہ کے بعد "فَعَلْتُہٗ" کے وزن

پرلاتے ہیں تاکہ متغالبین (فریقین) میں سے کسی کے غالب ہونے کا پتہ چلے۔

فائدہ:

ہر باب جس سے مغالبہ مقصود ہو، اُسے (بابِ) نصر میں لے جا کر باب مفاعلہ کے بعد لگایا جاتا ہے، مگر چند جگہیں اس سے مستثنیٰ ہیں:

① مثال خواہ ''واوی'' ہو یا ''یائی'' ہو۔

② اجوفِ یائی۔

③ ناقصِ یائی۔

کیونکہ یہ بابِ نصر سے نہیں آتے، بلکہ ضرب سے آتے ہیں، لہٰذا یہ مکسور ہی آئیں گے، نصر سے نہیں۔

خاصیت باب ''ضَرَبَ یَضْرِبُ'' (فَعَلَ یَفْعِلُ)

البتہ مغالبہ کا فائدہ، مثال (خواہ واوی ہو یا یائی ہو)، اجوف یائی اور ناقص یائی میں باب ضرب سے حاصل کیا جاتا ہے۔

مثالیں

① اس نے مجھ سے وعدہ کیا، پس میں وعدہ میں اس پر غالب ہوگیا، وہ مجھ سے وعدہ کرتا ہے، پس وعدے میں میں اس پر غالب ہوتا ہوں۔

یَاسَرَنِیْ فَیَسَرْتُہٗ: اس نے میرے ساتھ نرمی کی، پس میں نرمی میں اس پر غالب ہوا۔

یُیَاسِرُنِیْ فَأَیْسِرُہٗ: وہ مجھ سے نرمی کرتا ہے پس میں نرمی میں اس پر غالب ہوتا ہوں۔

② بَایَعَنِیْ فَبِعْتُہٗ: اس نے میرے ساتھ خرید وفروخت کا معاملہ کیا تو میں خرید وفروخت میں غالب ہوا۔

یُبَایِعُنِیْ فَأَبِیْعُہٗ: وہ مجھ سے خرید وفروخت کا معاملہ کرتا ہے، پس میں خرید وفروخت میں غالب ہوتا ہوں۔

③ رَامَانِیْ فَرَمَیْتُہٗ: اس نے میرے ساتھ تیر اندازی کی، پس میں تیر اندازی میں اس پر غالب ہوا۔

یُرَامِیْنِی فَأَرْمِیْهِ: وہ مجھ سے تیر اندازی کرتا ہے، پس میں تیر اندازی میں اس پر غالب ہوتا ہوں۔

اور اجوف واوی اور ناقص واوی کا مغالبہ باب نصر سے آتا ہے۔

خاصیت باب "سمِع یسمَع" (فَعِلَ یفْعَلُ)

"سمع یسمع" کی خاصیت یہ ہے کہ علل واحزان وفرح کے اوزان اس سے کثرت سے آتے ہیں بہ نسبت دوسروں کے، گو خود سمع کے اندر اور (دیگر) معانی کے بہ نسبت یہ کم ہے، اور جو اوزان الوان (رنگ) وعیوب وحلی پر مبنی ہیں وہ بھی اس سے آتے ہیں، باب کرم سے بھی چند ایک آتے ہیں۔

خاصیت باب "فتَح یفتَح" (فَعَلَ یفْعَلُ)

(بابِ) فتح کی خاصیت یہ ہے کہ عین اور لام حروفِ حلقیہ میں سے ہو (جیسے: سَأَلَ یَسْأَلُ، قَرَأَیَقْرَأُ)۔

اور "رَکَنَ یَرْکَنُ" (بمعنی مائل ہونا) شاذ یعنی من التداخل ہے۔ [۱۱]

یعنی رکن یرکن کی ماضی "نصر" یا "ضرب" سے اور مضارع "سمع" سے لیا ہے،

اور "أبی یأبیٰ" شاذ ہے۔ [۱۲]

خاصیت باب "کَرُمَ یکرُمُ" (فَعُلَ یفْعُلُ)

خاصیت (بابِ) کرُم یہ ہے کہ خلقی [۱۳] صفات کرم سے آتی ہیں، جیسے: صغر وکبر وغیرہ۔

اوصاف خلقیہ کی تین قسمیں ہیں:

① حقیقتاً ② حکماً ③ شبیہ بآں۔ [۱۴]

---

[۱۱] یعنی رکن یرکن باب فتح یفتح سے معلوم ہوتا ہے جبکہ اس کے عین یالام کے مقابلہ میں حرفِ حلقی نہیں ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ماضی کو باب نصر اور اس کے مضارع کو باب سمع سے لیا گیا ہے اور اس عمل کو تداخل کہتے ہیں۔ (شرح انوری فارسی، مولانا محمد انور البدخشانی حفظہ اللہ، ص:۱۰) [۱۲] کیونکہ اس کے عین یالام کے مقابلہ میں حرفِ حلقی نہیں بلکہ فاء کلمہ کے مقابلے میں ہے، تو جان خلاصی کے لیے یہ کہہ دیا کہ یہ شاذ ہے، (شرح انوری، فارسی، ص:۱۰)
[۱۳] طبعی، (شرح انوری، ص:۱۰) [۱۴] صفت طبعی کے مشابہ ہو، (انوری، ص:۱۱)

① حقیقتاً کی مثال:

جیسے: صغر وکبر وطول، یہ پیدائشی ہیں، کسبی نہیں۔

② حکمی کی مثال:

حکمی وہ ہے کہ جو خلقی تو نہ ہو لیکن بار بار کے تجربہ وتمرّن سے خلقی کے حکم میں ہو اور کسی وقت بھی اس سے منفک (جدا) نہیں ہو سکتا ہو، جیسے: فَقُهَ زَیدٌ، فقیہ بن گیا زید، اب فقاہت ایسی چیز (صفت) ہے کہ کبھی منفک نہیں ہو سکتی۔ [۱۱]

③ شبیہ بہا:

یا اگرچہ خلقی نہیں ہوتی لیکن ہر وقت کے پائے جانے کی وجہ سے خلقی کے ساتھ مشابہ ہو گیا۔ [۱۲]

خاصیت باب ''حسِبَ یحسِبُ'' (فَعِلَ یَفْعِلُ)

باب حِسِب سے کچھ الفاظ گنتی میں آتے ہیں جو اس کتاب (یعنی فصول اکبری) میں اٹھارہ مذکور ہیں۔

① نَعِمَ یَنْعِمُ: صاحب نعمت ہونا، خوش ہونا۔

② وَبِقَ یَبِقُ: ہلاک ہونا، چنانچہ موبقات مہلکات کے معنی میں ہے

③ وَمِقَ یَمِقُ: دوست رکھنا۔

④ وَفِقَ یَفِقُ: سازگار اور موافق ہونا۔

⑤ وَثِقَ یَثِقُ: اعتماد کرنا۔

⑥ وَرِثَ یَرِثُ: وارث بننا۔

⑦ وَرِعَ یَرِعُ: پرہیزگار ہونا، خدا سے ڈرنا۔

---

[۱۱] پس اگر فقاہت صفتِ طبعی کی طرح پختہ ہو چکا ہو تو اس کا فعل باب کَرُمَ سے آئیگا، اور اگر پختہ نہ ہوا ہو تو بابِ سمِعَ سے آئیگا۔ (شرح انوری، ص:۱۱) [۱۲] صفت مشابہ بہ صفتِ خلقی کی مثال: حیض سے پاکی حاصل کرنے کے لیے ''طہر یطہر'' باب کَرُمَ سے آتا ہے، (انوری۔ ص:۱۱)

⑧ وَرِمَ یَرِمُ: سوجنا

⑨ وَرِيَ يَرِيَ: چقماق پتھر سے آگ نکالنا (چقماق سفید پتھر ہوتا ہے جس کو آپس میں ٹکرانے سے آگ نکلتی ہے۔)

⑩ وَلِیَ یَلِی: نزدیک ہونا

⑪ وَعِرَ یَعِرُ: روکنا، اور مشکل ہونا۔

⑫ وِحِرَ یَحِرُ: بغض رکھنا اور دشمنی کرنا۔

⑬ وَلِهَ یَلِهُ: حیران ہونا اور غمگین ہونا۔

⑭ وَهِلَ یَهِلُ: کسی چیز کے بارے میں وہم کرنا جس کی حقیقت نہ ہو۔

⑮ دَعِمَ یَدْعِمُ: کسی کے لیے نعمت کی دعا کرنا اور مدد کرنا۔

⑯ وَطِیَ یَطِیُ: کسی چیز کو پاؤں کے نیچے روندنا اور پامال کرنا۔

⑰ یَئِسَ یَیْئِسُ: ناامید ہونا۔

⑱ یَبِسَ یَیْبِسُ: خشک ہونا۔

خواص ابوابِ ثلاثی مزید فیہ

خاصیاتِ باب افعال

① تعدیہ:

تعدیہ لغت میں زیادتی (اور تجاوز) کو کہتے ہیں، اور اصطلاح میں فعل کا فاعل کو چاہنا (فعل لازم کو متعدی بنانا، فعل کا فاعل سے تجاز کر کے مفعول تک پہنچنا)، اگر وہ فعل ثلاثی مجرد میں لازمی ہو تو باب افعال میں آ کر وہ متعدی بیک مفعول ہوتا ہے، جیسے: خَرَجَ یَخْرُجُ خُرُوْجًا، وَأَخْرَجْتُهُ، میں نے اسے نکال دیا۔

اور اگر ثلاثی مجرد میں وہ متعدی بیک مفعول ہو تو باب افعال میں آ کر متعدی بدو مفعول ہوتا ہے۔ جیسے: "حَفَرَ زَیْدٌ النَّهْرَ" (أحفرت زیدا نهرا) اگر ثلاثی میں متعدی بدو

مفعول ہو، تو باب افعال میں آ کر متعدی بسہ مفعول ہوتا ہے، جیسے: ''علم زید عمراً عالما'' باب افعال میں متعدی بسہ مفعول ہو، جیسے: ''أعلمتُ زیداً عمراً فاضلاً''

④ تصییر:

تصییر کا لغوی معنیٰ ''گردانیدن چیزے است'' (یعنی کسی چیز کو پھیرنا) اور اصطلاح میں فاعل کا مفعول کو صاحب ماخذ بنانا۔

(الف) خواہ وہ ماخذ جامد ہو، جیسا کہ: ''البن'' کا ماٗخذ ''لبن'' ہے۔ معنیٰ ''گائے دودھ والی ہوگئی''۔

(ب) یا وہ ماخذ مصدر ہو، جیسے: ''أخرجته'' میں نے اسے صاحبِ خروج بنایا۔

تعدیہ اور تصییر کے درمیان نسبت:

تعدیہ اور تصییر کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، یعنی ایک مادۂ اجتماعی، اور دو مادۂ افتراقی۔

مادۂ اجتماعی کی مثال:

''أخرَجتُ زَیداً'' میں نے زید کو صاحبِ ماخذ جو کہ خروج ہے، والا بنایا، اس میں تعدیہ اور تصییر دونوں ہیں۔

مادۂ افتراقی کی مثال ①:

''أبصَرتُ زَیداً'' میں نے زید کو دکھایا، اس میں تعدیہ ہے اور تصییر نہیں ہے۔

مادۂ افتراقی کی مثال ②:

''وَثَّبتُ ثوباً'' میں نے کپڑے کو رنگ دار یعنی پھول والا بنا دیا، اس میں تصییر ہے اور تعدیہ نہیں ۔۔۔۔۔۔ دراصل ۔۔۔۔ تھا۔

وقد یلزم ۔۔۔ الخ:

کبھی ثلاثی مجرد کے بعض متعدی ابواب باب افعال میں آ کر لازمی بن جاتے ہیں جیسے: ''حَمِدَ زَیدٌ عَمراً'' زید نے عمر کی حمد کی، ثلاثی میں متعدی ہے، اور ''أحمَدتُ زَیداً'' میں نے زید کو محمود پایا۔ بابِ افعال میں آ کر لازمی ہوا۔

③ تعریض:

تعریض لغت میں کسی کو آگے کر دینا (کو کہتے ہیں) اور اصطلاح میں فاعل کا مفعول کو معنیٔ ماخذ کی طرف لے جانے کو کہتے ہیں، جیسے: "ابعت شاة" میں بکری کو منڈی میں بیچنے کے لیے لے گیا، "ابعت" کا ماخذ "بیع" ہے، اور بیع کا محل "نخاس" یعنی منڈی ہے۔

④ وجدان:

وجدان لغت میں پانے کو کہتے ہیں، یعنی ادراکِ قلبی و معرفتِ قلبی کو کہتے ہیں، اور اصطلاح میں فاعل کا مفعول کو معنیٔ ماخذ کے ساتھ متصف پانے کو کہتے ہیں، یعنی فاعل کا مفعول کو مدلول کے ماخذ کے ساتھ متصف پانا۔

پس اگر ماخذ لازمی ہے، تو مبنی للفاعل ہوگا، جیسے: "أَبْخَلْتُ زَيْداً" میں نے زید کو بخیل پایا، اس میں "أبخلت" کا ماخذ "بخل" ہے۔ اور اگر ماخذ متعدی ہے تو مبنی للمفعول ہوگا، جیسے: "أَحْمَدْتُ زَيْداً" میں نے زید کو محمود پایا، اس میں "أحمدت" کا ماخذ "حمد" ہے جو کہ متعدی ہے۔

⑤ سلب:

"سلب" لغت میں اچک کر لے جانے کو یعنی "ربودن" (چھین لینا، دور کرنا) کو کہتے ہیں، اور اصطلاح میں فاعل کا مفعول سے ماخذ کو دور کرنا، جیسے: "أَشْكَيْتُهُ" میں نے اس کی شکایت دور کر دی، اس میں "أشکیت" کا ماخذ "شکایت" ہے۔

⑥ إعطاء:

"إعطاء" لغت میں دیدینے کو کہتے ہیں، اور اصطلاح میں، فاعل کا مفعول کو ما آخذ دیدینا، اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ① حسّی ② عقلی۔

① نفسِ ماخذ حسی:

وہ ہے جو کہ محسوس کی جائے، جیسے: "أَعْظَمْتُ الْكَلْبَ" میں نے کتے کو (عظمۃ) بمعنی ہڈی جو کہ ما آخذ ہے، دے دی، اور اس کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک نفسِ ماخذ، دوسرا محلِ ماخذ۔

① نفسِ ماخذ:

(کاپی میں بیاض ہے)

② محلِ ماخذ:

جیسے: "أَشْوَيْتُهُ" میں نے اس کو بھوننے کے لیے گوشت دے دیا، جو کہ محلِ ماخذ ہے۔

③ ماخذِ عقلی:

ماخذِ عقلی وہ ہے جو کہ محسوس نہ کی جائے، مثلاً: "أَقْطَعْتُهُ" میں نے اس کو درخت کاٹنے کی اجازت دے دی، "أَقْطَعْتُهُ قَضْبَانًا" میں نے اسے شاخوں کے کاٹنے کی اجازت دے دی، جو کہ غیر حسی ہے۔

⑦ بلوغ:

بلوغ لغت میں "رسیدن" (پہنچنا) اور "درآمدن" کو کہتے ہیں، اور اصطلاح میں فاعل کا ماخذ تک پہنچنا یا ماخذ میں آنا، ان دونوں کے درمیان "عموم و خصوص من وجہ" کی نسبت ہے۔

① رسیدن کی مثال:

"أَعْشَرَ شَيْءٌ" چیز دس کے عدد تک پہنچی، ماخذ "عشرۃ" ہے۔

② درآمدن کی مثال:

"أَشْتَى زَيْدًا" زید موسمِ سرما میں آیا۔

③ ہر دو یعنی رسیدن و درآمدن کی مثال:

"أَصْبَحَ وَأَعْرَقَ زَيْدٌ" زید صبح میں یا صبح کے وقت اور عراق میں یا عراق تک آیا۔

⑧ صیرورت:

صیرورت لغت میں "بننے" کو کہتے ہیں، اور اصطلاح میں صیرورت کے تین معانی ہیں۔

① فاعل کا صاحب ماخذ ہونا، جیسے "أَلْبَنَ الْبَقَرُ" گائے دودھ والی ہوگئی۔

② فاعل کا کسی ایسے چیز کا صاحب (و مالک) ہونا جو کہ موصوف بماخذ ہے، جیسے: "أَجْرَبَ الرَّجُلُ" مرد ان اونٹوں کا جو کہ صاحب ماخذ یعنی کھجلی والے ہیں، مالک ہوا جو کہ "جرب" ہے۔

⑧ فاعل کا زمانۂ ماخذ یا مکانِ ماخذ میں صاحبِ چیزے ہونا۔ جیسے: "أخرفت الشاۃ" بکری موسمِ خریف میں بچہ والی ہوگئی، ماخذ "خریف" ہے۔

⑨ لیاقت:

لیاقت لغت میں قابل اور لائق ہونے کے ہیں، "لاق یلیق لیاقۃ فھو لائق، اصطلاح میں فاعل کا صاحبِ مدلولِ ماخذ ہونا، یعنی (مأخذ کا) مستحق ہونا، جیسے: "اَلاَمَ الفَرعُ" سردار ملامت کا مستحق ہوگیا، "فرع" سردار کو کہتے ہیں۔

⑩ حینونت:

حینونت لغت میں وقت کو کہتے ہیں، اور اصطلاح میں فاعل کا ماخذ کے وقت تک پہنچنا، حان یحین حینۃ، مثلاً: "أَحصَدَ الزَّرعُ" کھیتی کاٹنے کے وقت تک پہنچ گئی، ماخذ اس کا "حصاد" ہے۔

مصنف رحمہ اللہ نے لیاقت اور حینونت کو ایک ساتھ ذکر کیا، اگرچہ دونوں میں تخالف ہے، لیکن حد درجہ قربِ معنوں کی وجہ سے ایک ساتھ ذکر کیا، کیونکہ "الام الفرع" کا معنی حینونت کا بھی کرسکتے ہیں، کہ سردار ملامت کے وقت تک پہنچا، کیونکہ جب انسان کے اوپر قوم کا بوجھ پڑتا ہے، تو لامحالہ اسے ملامت بھی سہنی پڑتی ہے، کیونکہ "سَیِّدُ القَومِ خَادِمُ القَومِ" اگر اس سے خلاف کرے، تو ضروری ہے کہ ملامت ہو۔

اور لیاقت کے معنی میں حینونت کا معنیٰ بھی کرسکتے ہیں، جیسا کہ: "أَحصَدَ الزَّرعُ" کھیتی کاٹنے کے وقت تک پہنچی، ألاتَرَی کہ کسان کہتے ہیں کہ کھیتی کاٹنے کے قابل ہے، کیونکہ پکی ہے۔

⑪ مبالغہ:

مبالغہ لغت میں پہنچنے کو کہتے ہیں، اور اصطلاح میں ماخذ میں کثرت اور زیادت کا ہونا۔ کثرت اور زیادت کی دو قسمیں ہیں۔

① زیادت اور کثرت یا مقدار میں ہوگی۔ جیسے: "أَثمَرَ النَّخلُ" کھجور کے درخت

بہت پھل والے ہوگئے، ماخذ اس کا ''ثمر'' ہے۔

② اور یا کیفیت میں ہوگی، جیسے: ''أَسْفَرَ الصُّبْحُ'' صبح خوب روشن ہوئی، اس میں ماخذ ''سفر'' بمعنیٰ روشنی کے ہے۔

⑫ ابتداء:

ابتداء لغت میں شروع کرنا یا شروع ہونے کو کہتے ہیں، اور اصطلاح میں فعل کا ابتداء بابِ افعال سے آنا بدون اس کے کہ ثلاثی مجرد سے آیا ہو، (یعنی مجرد نہ رکھتا ہو)، جیسے: ''أَرْقَلَ الرَّجُلُ'' مرد نے جلدی کی، ''ارقل'' بمعنیٰ ''أسرع'' کے ہے، اور ثلاثی مجرد سے نہیں آیا، یا ثلاثی مجرد میں آیا ہو لیکن مزید میں جا کر کسی اور معنیٰ میں آیا ہو، جیسے: ''أَشْفَقَ الرَّجُلُ'' ڈرا مرد، ''أشفق'' بمعنیٰ ''ترسیدن'' (ڈرنے) کے ہے، اور ثلاثی مجرد میں ''شفق'' بمعنیٰ مہربانی کے آیا ہے، یا ''أَقْسَمَ الرَّجُلُ'' مرد نے قسم کھائی، اور ثلاثی مجرد میں ''قسم'' بمعنیٰ اندازہ کے ہے۔

⑬ موافقت:

باب افعال کا فعل ثلاثی مجرد اور مزید فیہ یعنی بابِ تفعیل اور بابِ تفعل اور بابِ استفعال کے بعد آجانا، یعنی کہ جو خاصیت ان چار بابوں میں ہیں، بابِ افعال کا ان کے ساتھ ہم معنیٰ ہونا، خواہ یہ خاصیت دونوں میں پائی جائے یا نہ۔

① مثال مجرد:

''دَجَیٰ اللَّيْلُ'' رات اندھیری ہوئی، اور دونوں (دجی، لیل) کے ایک معنیٰ ہیں، اور اس میں صیرورت کا خاصہ ہے، یعنی رات صاحب دجی ہوگئی، ''دجی یدجو ادجاءاً'' کے معنیٰ اندھیرا ہونا۔

② بابِ تفعیل کی مثال:

''أَكْفَرْتُهُ'' بمعنیٰ ''كَفَّرْتُهُ''، یعنی میں نے اس کو کفر کی طرف نسبت کیا، کیونکہ تفعیل میں نسبت کا خاصہ ہے، جو کہ کسی اور میں نہیں پائی جاتی، گویا کہ بابِ افعال اس خاصہ نسبتیہ میں تفعیل کا ہم معنیٰ ہوگیا۔

③ موافقت بابِ تفعل کی مثال:

"أَخْبَيْتُهُ" بمعنیٰ "تَخَبَّيْتُهُ" میں نے اس کو خیمہ بنایا، یا نصب کیا، ان میں اتخاذ اور تعمّل کا خاصہ ہے، کیونکہ بابِ تفعل کا ایک خاصہ اتخاذ اور تعمّل ہے، اس لیے بابِ افعال بھی اس کے ساتھ اس خاصہ میں شریک ہوگیا۔

④ موافقت بابِ استفعال کی مثال:

جیسے: "أَعْظَمْتُهُ" بمعنیٰ "إِسْتَعْظَمْتُهُ" میں نے اس کو بڑا خیال کیا، بابِ استفعال کا ایک خاصہ حسبان ہے، گویا کہ بابِ افعال، بابِ استفعال کے ساتھ اس خاصہ میں موافق ہوگیا۔

⑭ مطاوعت:

بابِ افعال کا مجرد یعنی فعل ثلاثی اور بابِ تفعیل کے بعد آجانا اس غرض سے کہ وہ اس پر دلالت کرے کہ فاعل کے اثر کو مفعول نے قبول کیا ہے۔

① مطاوعت مجرد کی مثال:

جیسے: "كَبَبْتُهُ فَأَكَبَّ" میں نے اس کو سرنگوں کیا تو وہ سرنگوں ہوگیا۔

② مطاوعت بابِ تفعیل کی مثال:

مطاوعت حقیقی:

جیسے: "بَشَّرْتُهُ فَأَبْشَرَ" میں نے اس کو بشارت دی تو اس نے بشارت کو قبول کیا (یعنی خوش ہوگیا)، اس مطاوعت کو مطاوعت خاصہ یعنی حقیقی کہتے ہیں، کیونکہ اثر کا قبول کرنا جاندار چیز کا خاصہ ہے۔

مطاوعت مجازی:

اس کو مطاوعت عامہ کہتے ہیں وہ یہ کہ کسی فعل کا کسی فعل کے بعد آنا، خواہ وہ دونوں ایک باب سے ہوں یا نہ، دونوں ثلاثی مزید فیہ ہوں یا نہ ہوں، اور ہم معنیٰ ہوں یا نہ ہوں۔

① ایک باب اور ایک معنیٰ والے کی مثال:

"جَبَرْتُهُ فَجَبَرَ" میں نے اس پر جبر کیا تو اس نے جبر کو قبول کیا۔

② مختلف معنیٰ کی مثال:

"طَرَدتُہٗ فَذَھَبَ" میں نے اس کو بھگایا تو وہ چلا گیا،

مطاوعت مجازی وہ ہے کہ مطاوعت جمادات میں سے ہو، جیسے: "کَسَرْتُہٗ فَانْکَسَرَ" میں نے برتن کو توڑا، تو وہ ٹوٹ گیا۔

مطاوِع فعل اول کا جو مفعول ہوتا ہے وہ ہی حقیقت ہوتا ہے، جیسے کہ: "جَبَرْتُہٗ فَجَبَرَ" میں فعل اول کا مفعول جو ہے، وہ دراصل مطاوع ہے لیکن دوسرے فعل کا یہ فاعل ہوتا ہے، اس لیے مجازاً یہ بھی مطاوِع ہوگا۔

(تمت بالخیر خواص بابِ افعال)

خاصیاتِ بابِ تفعیل

① تعدیہ وتصییر:

بابِ تفعیل کا ایک خاصہ نسبت ہے، جیسے: "فَسَّقْتُہٗ" میں نے اس کو فاسق کہا، اس میں تعدیہ بھی ہے اور خاصۂ نسبت بھی ہے اور اس میں تصییر نہیں ہے۔

تصییر کی مثال:

"فَتَّحَ زَیْدٌ قِدْراً" زید نے دیگچی کو مصالحہ والا بنا دیا، اس میں تعدیہ نہیں ہے، کیونکہ اس کا مجرد اس معنی میں نہیں آتا۔

دونوں کی مثال:

"نَزَّلْتُہٗ" میں نے اس کو اتارا، "اَیْ جَعَلْتُہٗ ذَانُزُوْلٍ، اس میں تصییر وتعدیہ دونوں جمع ہیں۔

② سلب:

"قَذِیَتْ عَیْنُہٗ" خاک آلودھوئی اس کی آنکھ، اور "قَذَّیْتُہٗ"[1] میں نے اس کی آنکھ سے خاشاک نکالا۔

③ صیرورت:

لغت میں بن جانا، اصطلاح میں ماخذ سے متصف ہونا، جیسے: "نَوَّرَ الشجر" اس کا

---

[1] قَذَیْتُ عَیْنَہٗ۔ ۱۲

ماخذ نور ہے، اس کو شگوفہ کہتے ہیں، درخت شگوفہ والی ہوگئی۔ صَارَ الشَّجَرُ ذَانَوْرٍ۔

④ **بلوغ:**

جیسے: ''عَمَقَ زیدٌ''، زید گہرائی تک پہنچا، اس کا ماخذ عمق ہے، نہایت دوراندیشی وباریک بینی کے موقع پر بولا جاتا ہے۔

ب: ''خَیَّمَ''، زید خیمہ میں آیا، درآمدن (آنا) کی مثال ہے۔

⑤ **مبالغہ:**

پانچویں خاصیت مبالغہ تین قسم پر ہے:

① مبالغہ نفس فعل میں ہو: اصل بھی یہی ہے کہ فعل میں ہو، جیسے: ''صَرَّحَ زیدٌ الأمرَ''، زید نے کام کو خوب ظاہر کیا، یا خوب ظاہر ہوا، متعدی اور لازمی دونوں آتا ہے۔

② مبالغہ فاعل میں ہو: جیسے: ''مَوَّتَ الإِبِلُ'' بہت اونٹ مرے،

③ مبالغہ مفعول میں ہو: ''قَطَّعتُ الثِّیابَ'' میں نے بہت کپڑے کاٹے۔

فائدہ:

فاعل اور مفعول میں تکثیر کی صلاحیت نہ ہو تو فعل کو مبالغہ کے لیے نہیں لاتے، اس لیے ''مَوَّتَ الشاۃُ'' کہنا غلط ہے، کیونکہ فاعل میں تکثیر کی صلاحیت نہیں ہے، اسی طرح ''قَطَّعْتُ النَّخْلَةَ'' درست نہیں ہے، کیونکہ مفعول میں تکثیر کی صلاحیت نہیں، اگر فعل میں تکثر ہو تو فاعل ومفعول میں تکثر ضروری نہیں، لیکن جہاں فاعل ومفعول میں تکثر ہو تو فعل میں تکثر لازمی ہے، جیسے: ''غَلَّقْتُ البَابَ''، فعل میں تکثر ہے، مفعول میں نہیں اور ''غلقت الأبواب'' میں دونوں میں تکثر ہے۔

⑥ **نسبت بماخذ:**

نسبت کا معنی منسوب کرنا، ماخذ سے مراد جس سے فعل بنا ہے، اور اصطلاح میں فاعل کا مفعول کو ماخذ کی طرف منسوب کرنا، جیسے: ''فَسَّقتُ زیداً'' میں نے زید کی نسبت فسق کی طرف کی یعنی ''اورا فاسق گفتم''، (اسے فاسق کہا) کیونکہ یہاں ماخذ فسق ہے، یہ خاصہ بابِ تفعیل میں کثرت سے آتا ہے، اور اگر (بابِ) افعال میں آتا ہے تو صرف موافقت کی بناء پر۔ جیسے: ''أکفرتُه'' بمعنی ''کفّرتُه''، فافهم۔

⑦ الباس ماخذ.....الخ

الباس کا معنی پہنانا، اصطلاح میں فاعل کا مفعول کو ماخذ پہنانا، جیسے: جَلَّلْتُ دابَّۃً "میں نے دابہ (جانور) کو جھول پہنائی، مادہ "جُلّ" ہے۔

⑧ تخلیط....الخ

تخلیط کے لغوی معنی ہے خلط (ملط) کرنا، ملانا، ملمع کرنا۔ اصطلاح میں فاعل کا مفعول کو ماخذ سے ملمع کرنا یعنی ملانا۔ یہ اکثر جوامد (جامد) میں ہوتا ہے، مشتقات میں نہیں ہوتا، جیسے: "ذَھَّبْتُ الإِنَاءَ" میں نے برتن کو سنہرا کیا، "فَضَّضْتُ الإِناء" میں نے برتن کو چاندی سے ملمع کیا، یہ دونوں جامد (کی مثالیں) ہیں۔

⑨ تحویل:

لغت میں پھیرنے کو کہتے ہیں، اصطلاح میں فاعل کا مفعول کو ماخذ یا مثل ماخذ (ماخذ کی طرح) بنانا، جیسے: "نَصَّرْتُہ" میں نے اس کو نصرانی بنادیا، اسی طرح "ھَوَّدْتُہ" "وَمَجَّسْتُہ" میں نے اسے یہودی اور مجوسی بنادیا۔

⑩ قصر....

قصر لغت میں چھوٹا کرنا، اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں کہ اس لفظ کا جو اس باب سے ہے، مرکب تام سے اس غرض سے مشتق کرنا تاکہ متکلم سے کلام کے نقل اور حکایت میں اختصار حاصل ہو جائے، جیسے: ھَلَّلَ زیدٌ "زید نے "لاالٰہ الااللہ" کہا، "وَحَمَّدَ زیدٌ" (زید نے "الحمدللہ" کہا)

⑪ موافقت...

موافقت میں فعل باب اَفعل (اِفعال) اور تفعّل میں ہم معنی ہوتا ہے۔

① موافقتِ بابِ فَعَلَ: (مجرد کی مثال):

جیسے: "تَمَرْتُہٗ" یہ مجرد سے ہے، تَمَّرْتُہٗ بمعنی، تَمَرْتُہٗ بمعنی میں نے زید کو کھجور دی۔

② موافقتِ بابِ اَفعل (اِفعال کی مثال):

تَمَّرَ بمعنی أَتْمَرَ، کھجور خشک ہو گئے، اس میں حینونت کا خاصہ ہے۔

⑬ موافقت بابِ تفعُّل (کی مثال):

تَرَّسَ بمعنیٰ تَتَرَّسَ، اس نے ڈھال کو استعمال کیا، اس میں خاصہ تعمل ہے۔

⑭ ابتداء......

اصطلاح میں اس فعل کا ابتداءً اس باب سے آنا، مجرد نہیں، اور اگر (مجرد) آیا تو اس معنیٰ میں نہیں آیا، جیسے: لَقَّبَ زَیدٌ عمرواً، زید نے عمرو کا لقب رکھا، جَرَّب زیدٌ عمرواً، زید نے عمرو کا امتحان لیا، تجربۃ مصدر ہے، مجرد میں "جرب" بمعنی خارش کے ہے، جرب یجرب جرباً، بمعنیٰ کھجلی۔ ①

تمت خواص باب تفعیل، والحمد للہ علیٰ ذالک۔

خاصیاتِ بابِ "تفعّل"

① مطاوعت: (اثر قبول کرنا)

اس باب کا خاصہ غالبہ ہے یعنی مطاوعت فَعَّلَ، اور یہ دو قسم پر ہے۔

① ایک یہ کہ مفعول سے تاثر کا جدا ہونا ناممکن ہو، جیسے: "قَطَّعْتُهٗ فَتَقَطَّعَ" میں نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کیا پس وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا، اب ان کا ملنا ناممکن ہے۔

② قسم دوم: وہ یہ کہ اس کا جدا ہونا ممکن ہو، جیسے: اَدَّبْتُهٗ فَتَأَدَّبَ" میں نے اس کو ادب دیا (سکھایا) پس وہ ادب سیکھ گیا، اور اب اَدب کے لیے یہ ضروری نہیں کہ حاصل ہونے کے بعد باقی رہے، (جدا بھی ہوسکتا ہے)۔

② تکلّف:

لغت میں کلفت اور مشقت کے (معنی میں) ہے، اور اصطلاح میں فاعل کا اپنے آپ کو ایسے ماخذ کی طرف منسوب کرنے میں تکلیف اور محنت ومشقت اٹھانا جس کی طرف وہ حقیقۃً

---

① یعنی کبھی ابتداءً کسی فعل کا اسی باب سے آنا، اگرچہ اس کا مجرد استعمال نہ ہو، یعنی اس مادہ کا باب اَفعل (افعال) میں معنیٰ مجرد کی رعایت کے بغیر استعمال ہونا، جیسے: "لَقَّبَهٗ" اس کو لقب دیا، اس کا مجرد اصل گر مستعمل نہیں ہے، اور "جَرَّبَ" کسی چیز کا امتحان کرنا، جانچنا، اس کا مجرد اگرچہ مستعمل ہے لیکن اس معنیٰ میں نہیں بلکہ خارش کے معنیٰ میں ہے۔ (شرح انوری، فارسی، ص: ۲۴)۔ ۱۲

منسوب نہیں، جیسے: ”تَکَوَّفَ“ اس نے اپنے آپ کو کوفہ کی طرف بتکلف منسوب کیا، یعنی وہ بزور و مشقت کوفی بنا، ماخذ ”کوفہ“ ہے۔ اسی طرح ”تَجَوَّعَ زَیْدٌ“ زید نے اپنے آپ کو زبردستی بھوکا بنایا، (ماخذ ”جوع“ ہے)

فائدہ:

باب تفاعل کے (خاصہ) تخییل اور تفعُّل کے (خاصہ) تکلف میں فرق یہ ہے کہ تکلف میں ماخذِ ”فعل“ فاعل کو مرغوب ومطلوب ہوتا ہے، اور وہ اپنے اندر حصولِ ماخذ کی خواہش اور کوشش کرتا ہے، بخلاف تخییل کے، کہ اس میں ماخذ فعل، فاعل کو تبعاً مطلوب ہوتا ہے، اور اس کو اس کا حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا، بلکہ وہ (فاعل) کسی غرض کی وجہ سے اپنے آپ کو ماخذ کے ساتھ ظاہراً متصف کرتا ہے، جیسے: ”تَجَاهَلَ زَیْدٌ وَتَمَارَضَ زَیْدٌ“ بلکہ حقیقت میں ایسا نہیں۔ [۱]

③ تجنُّب:

لغت میں پرہیز کرنا، کنارہ کشی کرنا، اصطلاح میں فاعل کا ماخذ سے پرہیز کرنا، جیسے: ”تَحَوَّبَ زَیْدٌ“ زید نے گناہ سے پرہیز کیا، اس کا ماخذ ”حوباً“ ہے۔ [۲]

④ لُبسِ (مأخذ):

لغت میں پہننا (کے معنی میں آتا ہے) در بر کردن، اور اصطلاح میں فاعل کا ماخذ کو پہننا، جیسے: ”تَخَتَّمَ زَیْدٌ“ زید نے انگوٹھی پہنی۔ [۳]

⑤ تعمُّل:

(لغوی معنی) کسی چیز کا عمل میں آنا، (اور) اصطلاح میں فاعل کا ماخذ کو اس کام میں

---

① یعنی زید نے اپنے آپ کو جاہل ظاہر کیا حالانکہ وہ جاہل نہیں ہے اور اپنے آپ کو مریض ظاہر کیا حالانکہ وہ مریض نہیں ہے، گویا زید نے کسی غرض اور کسی کو فریب دینے کے لیے ایسا کیا کیونکہ اظہارِ جہل ومرض کوئی اچھا وصف نہیں ہے، بخلاف تکلف کے کہ اس میں اظہار وصف پسندیدہ ہوتا ہے، جیسے: تَشَجَّعَ زَیْدٌ، زید نے خود کو شجاع ظاہر کیا اور اظہار شجاعت پسندیدہ صفت ہے اور اسی وجہ سے فاعل ماخذ سے خود کو متصف ظاہر کرتا ہے بغیر کسی غرض وسبب کے، واللہ اعلم بالصواب۔ ② حوبا بمعنی گناہ، اسی طرح ”تَأَثَّمَ زَیْدٌ“ زید گناہ سے بچا، ماخذ ”اِثم“ ہے بمعنی گناہ۔
③ ماخذ ”خاتم“ ہے، اس مثال میں فاعل ”زید“ نے ماخذ ”خاتم“ پہنا ہے، اس کو لبس ماخذ کہا جاتا ہے۔

لانا جس کام کے لیے وہ بنایا گیا ہے، یہی معنیٰ ہے "ماخذرا بکار کردن" کا۔

تعمل پھر تین قسم پر ہے:

① اول یہ کہ: ماخذ فاعل سے اس طرح ملا ہوا ہو کہ وہ اس سے جدا گانہ محسوس نہ ہو، جیسے: "تَدَهَّنَ" یعنی وہ تیل کو کام میں لایا یعنی تیل کو بدن پر ملا۔

② دوسرا یہ کہ: ماخذ فاعل سے ملصق (یعنی ملا ہوا) تو ہو لیکن جدا گانہ محسوس ہوتا ہے، جیسے: "تَتَرَّسَ" وہ ڈھال کو کام میں لایا، یعنی اس نے ڈھال کو اپنے چہرے کے سامنے رکھا، ماخذ اس کا "ترس" ہے۔

③ اخذ فاعل سے ملصق نہ ہو بلکہ اس سے مقارن اور مجاور ہو، جیسے: "تَخَيَّمَ" وہ خیمہ کو کام میں لایا۔

⑥ اتخاذ:

چھٹی خاصیت اتخاذ ہے، اتخاذ کے لغوی معنیٰ (ہیں) بنانا، پکڑنا۔

اور اصطلاح میں: ① فاعل کا ماخذ کو بنانا اور ایجاد کرنا، ② یا ماخذ کو پکڑنا اور اختیار کرنا، ③ یا فاعل کا کسی چیز کو عین ماخذ بنانا، ④ یا ماخذ میں لینا۔

پہلے کی مثال:

"تَخَبَّيْتُ خَبائًا"، میں نے خیمہ بنایا اور ایجاد کیا، یا "تَخَبَّ زَيْدُ الخَبَاءَ"۔

دوسرے کی مثال:

"تَحَرَّزَ مِنْهُ" یعنی اس نے اس سے احتیاط برتا، بچا۔ اس کا مادہ "حِرْز" [⑪] ہے۔

تیسرے کی مثال:

"تَوَسَّدَ زَيْدُ الحَجَرَ" زید نے پتھر کو تکیہ بنایا، "توسد" کا مادہ "وسادہ" ہے۔

چوتھے کی مثال:

"تَأَبَّطَ الحَجَرَ" اس نے پتھر کو ہاتھ میں لے لیا، "تَأَبَّطَ" [⑫] کا مادہ "اِبط" ہے۔

---

⑪ حرز کا لغوی معنیٰ [۱] قلعہ [۲] حفاظت گاہ [۳] تعویذ۔ ۱۲ ⑫ یعنی پتھر بغل میں لے لیا۔ ۱۲

⑦ تدریج:

ساتویں خاصیت تدریج ہے، تدریج کا معنی ہے، درجہ بدرجہ چڑھنا، اصطلاح میں فاعل کا کسی کام کو آہستہ آہستہ کرنا،

اور یہ دو قسم پر ہے:

① **اول یہ کہ:** اس کام کا دفعتاً ہونا ممکن ہو، جیسے: "تَجَرَّعَ زیدٌ الماءَ مِنَ الکَأسِ" زید نے پانی کو گھونٹ گھونٹ پیا، ماخذ "جرعة" ہے، اور یہ پانی دفعتاً پینا بھی ممکن ہے۔

② **دوسرا یہ کہ:** اس کا ایک دفعہ حاصل ہونا ناممکن ہو، جیسے: "تَحَفَّظَ زیدٌ القرآنَ" زید نے قرآن حکیم کو تھوڑا تھوڑا یاد کیا، ماخذ "حفظ" ہے، قرآن حکیم کو دفعتاً یاد کرنا ناممکن ہے۔

⑧ تحوّل:

آٹھویں خاصیت "تحوّل" ہے بمعنی پھیرنا، کسی چیز کی طرف جانا، اصطلاح میں فاعل کا نصفِ ماخذ یا عینِ ماخذ ہونا۔

مثال (قسمِ) اول:

"تَنَصَّرَ زیدٌ" زید نصرانی ہوگیا، "تَهَوَّدَ زیدٌ" زید یہودی ہوگیا، "تَیَمَّنَ زیدٌ"، زید یمنی ہوگیا۔

مثالِ (قسم) ثانی:

تَبَحَّرَ زیدٌ، زید وسعت علم میں دریا کی مانند ہوگیا، ماخذ "بحر" ہے، "تَرَجَّلَ مَرْأَةٌ" عورت مرد کی مانند ہوگئی۔

⑨ صیرورت:

نویں خاصیت "صیرورت" ہے صیرورت لغت میں بنانے والے کو کہتے ہیں اور اصطلاح کے اندر ـــــ ⑪

---

⑪ اصل کاپی میں بیاض ہے یعنی جگہ خالی ہے، اصطلاحی معنی یہاں درج کیا جاتا ہے: اصطلاح میں "صیرورت کے تین معانی ہیں، [۱] فاعل کا صاحب ماخذ ہونا، [۲] فاعل کا کسی ایسے چیز کا صاحب ہونا جو کہ موصوف بماخذ ہے، [۳] فاعل کا زمانۂ ماخذ یا مکانِ ماخذ میں صاحبِ چیز ے ہونا، (دیکھئے: خاصیات باب ا انوری فارسی للشیخ واستاذنا المکرم مولانا محمد انور البدخشانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ،

جیسے: "تَمَوَّلَ زید" زید صاحب مال ہوگیا۔

⑩ موافقتِ ثلاثی مجرد و بابِ تفعیل و افعال و استفعال:⑪

① موافقتِ مجرد کی مثال: جیسے: "تقبّلَ زیدٌ الهَدِيَّةَ" زید نے ھدیہ قبول کیا، بمعنیٰ "قَبِلَ زیدٌ الهدیۃَ"۔

② موافقت بابِ أفعل (باب إفعال) کی مثال: جیسے: "تَهَجَّدَ زیدٌ" زید نے تہجد پڑھی، بمعنیٰ "أهجد" اس نے (اپنی) نیند دور کی، اس میں خاصہ سلب ہے۔

③ موافقت بابِ تفعیل (کی مثال): جیسے: "تَکَذَّبَهٗ" بمعنیٰ "کَذَّبَهٗ" یعنی اس نے اس کو کذب (جھوٹ) کی طرف منسوب کیا، اس میں خاصہ نسبت ہے۔

④ مثالِ موافقت استفعال: جیسے: "تَحَوَّجَ" بمعنیٰ "اِستَحْوَجَ" اس نے حاجت طلب کیا، اس میں "طلب" خاصہ ہے۔

⑪ ابتداء:⑫

جیسے "تَشَمَّسَ زیدٌ" زید آفتاب میں کھڑا ہوگیا، اور "تشمس" کا مجرد نہیں ہے۔
"تَکَلَّمَ زیدٌ" زید نے کلام کیا، اس کا مجرد "کلم زید" ہے (بمعنیٰ) زید نے زخم کیا۔

تمت خواص باب تفعل۔ والحمد للہ۔

"خاصیاتِ بابِ مفاعلہ"

① تشارک:

بابِ مفاعلہ کی (ایک) خاصیت مشارکت است، مشارکت کا لغوی معنیٰ (ہے) شریک ہونا، اصطلاح میں مشارکت یہ ہے کہ فاعل اور مفعول ہر ایک باعتبار معنیٰ فاعل اور ہر ایک باعتبار معنیٰ مفعول ہو (جب کہ لفظوں میں ایک فاعل اور دوسرا مفعول ہو)۔

⑪ یعنی باب تفعل کا ان ابواب کے معنی میں استعمال ہونا۔ ۱۲

⑫ یہ گیارہواں خاصہ ہے، بابِ تفعل کا، یعنی کسی باب کا ابتداءً اسی باب سے آنا، کمامر۔ ۱۲

خلاصہ:

دو آدمیوں کا کسی کام کو کرنا کہ ان میں سے ہر ایک باعتبار معنیٰ فاعل بھی ہو، اور باعتبار معنیٰ مفعول بھی ہو، مگر باعتبار لفظ ایک فاعل ہوگا (اور) ایک مفعول ہوگا، لفظ میں شرکت نہیں ہوگی (بخلاف تفعل کے، کہ اس میں لفظوں اور معنیٰ میں شریک ہوں گے)۔

[الف] برابر ہے کہ دونوں واحد ہوں، جیسے ''ضَارَبَ زیدٌ عمرو'' زید نے عمرو اور عمرو نے زید کو مارا، یعنی زید اور عمرو نے باہم مار پیٹ کی۔

[ب] یا متعدد ہوں (یعنی) فاعل بھی متعدد اور مفعول بھی متعدد ہو، جیسے: ''ضَارَبْنَاهُمْ'' ہم نے ان کو مارا اور انہوں نے ہم کو مارا۔

[د] یا مختلف ہوں، یعنی یہ کہ فاعل واحد اور مفعول متعدد ہوں، جیسے: ''ضَارَبْتُهُمْ''۔

[ر] یا اسکا عکس ہو یعنی فاعل متعدد اور مفعول واحد ہو، جیسے: ''ضَارَبْنَاهُ''۔

فائدہ:

پس یہی سبب ہے کہ باب مفاعلہ متعدی بھی ہوتا ہے، اس لیے کہ جو فاعل ہوتا ہے، وہی مفعول بھی ہوتا ہے، (اور) وہ فعل جس کا مفعول، فاعل ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا، وہ اس باب میں متعدی بدو مفعول ہوگا، جیسے: ''جَاذَبْتُ زَیْدًا الثوب'' میں نے اس کے کپڑے کھینچے اور اس نے میرے کپڑے کھینچے یعنی میرے اور اس کے درمیان کپڑے میں کھینچا تانی ہوئی۔

اور اگر وہ مفعول فاعل بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو باب مفاعلہ میں جا کر متعدی بیک مفعول رہے گا، جیسے: ''قَاتَلَ زیدٌ عمرواً'' (۱)

(۲) موافقتِ ثلاثی مجرد:

یعنی عدم شرکت میں مجرد کے ساتھ موافق ہونا جیسے: ''سافرتُ'' بمعنیٰ ''سفرتُ'' میں نے سفر کیا کیونکہ ''سفرتُ'' میں شرکت نہیں تو ''سافرتُ'' میں بھی شرکت نہیں۔ (۲)

(۳) موافقتِ بابِ أفعل:

جیسے: ''باعَدتُہٗ'' بمعنیٰ ''أبعدتُہٗ'' میں نے اس کو دور کیا، اس میں شرکت نہیں۔

(۱) یہاں معنیٰ ہر ایک فاعل بھی ہے اور مفعول بھی ہے جبکہ لفظوں میں دونوں فاعل ہیں۔

(۲) اس صورت میں صدورِ فعل صرف ایک آدمی سے ہے بس، (شرح انوری فارسی، ص: ۲۹)۔ ۱۲

④ موافقت ِباب ِفَعَّلَ:

جیسے: ''ضَاعَفتُ شیئاً'' بمعنیٰ ''ضَعَّفتُ شیئاً'' میں نے شی ٔکو دو چند کیا۔

⑤ موافقت ِباب ِتفاعل:

یہ موافقت اس طرح ہوگی کہ دونوں مشارک لفظاً ہونگے اور دونوں فاعل ہوں (گے)،

جیسے: ''شَاتَمَ زید عمرواً'' بمعنیٰ ''تَشَاتَمَ'' ① زید نے عمرو کو اور عمرو نے زید کو گالیاں دیں۔

⑥ الابتداء:

ابتداء کی وہ مثال جس کا مجرد نہ ہو: جیسے ''تاخمت الأرض'' زمین کی حد دوسری زمین کی حد سے متصل ہونا، اس کو ''متاخمہ'' کہتے ہیں۔ ②

اگر مجرد ہے تو اس معنی میں نہیں جیسے: ''قاسیٰ زید هذه الشدة'' زید نے اس تکلیف کا رنج اٹھایا، اور مجرد میں یہ دوسرے معنیٰ میں قسی یقسو قسوۃ بمعنی سنگدل شدن۔ ③

تمت خواص مفاعلہ

خاصیات ِباب ِتفاعل

① تشارک:

باب تفاعل کا خاصہ تشارک ہے، گویا باب تِفاعل کا خاصہ ہے کہ وہ دو شیٔ کے شریک ہونے پر اس امر میں کہ باعتبارِ معنیٰ فعل ہر ایک سے صادر ہے، اور ہر ایک پر واقع ہے دلالت کرتا ہے، لیکن دونوں مشارک باعتبارِ لفظ فاعل ہونگے، جیسے: ''تَشَاتَمَ زید عمرواً'' ④ اس میں ہر ایک شاتم اور مشتوم ہے، یعنی زید وعمرو نے آپس میں گالی گلوچ کی۔

---

① والصحیح ''تشاتما'' (کذافی شرح انوری فارسی، ص: ۳۰) ۱۲۔ ② یعنی متاخمہ مصدر ہے اور مجرد میں یہ معنی مستعمل نہیں، ③ یعنی باب مفاعلہ کا وہ مادہ جس کا مجرد نہ ہو اس کی مثال ''تأخم عمرو'' عمرو نے اپنی زمین کی حد دوسرے کی زمین کی حد کے ساتھ ملادی، اور اگر مجرد میں استعمال ہو تو کسی اور معنی میں ہو، جیسے: ''قاسیٰ'' بمعنیٰ ''برداشت کرنا، اور مجرد ''قسوۃ'' سنگدل ہونے کے معنی میں آتا ہے۔ ④ یعنی زید اور عمرو نے باہم (ایک دوسرے سے) لڑائی کی۔

فائدہ:

باب تفاعل میں جو تشارک ہے دو چیزوں کے درمیان، وہ صدورِ فعل اور تعلق فعل میں ہے، صدورِ فعل کا معنیٰ فعل کا فاعل سے نکلنا، اور تعلق فعل کا معنیٰ فعل کا فاعل پر واقع ہونا، (کلمہ) ''بدیگرے'' (یہ لفظِ) ''تعلق'' کے ساتھ متعلق ہے، مطلب یہ ہے کہ ہر ایک سے فعل صادر ہوا اور ہر ایک پر واقع ہوا ہے۔

''وجوہات آنکہ فارق میانِ تفاعل ومفاعلہ اند''۔۔۔الخ:

باب مفاعلہ کی مشارکت اور باب تفاعل کے تشارک میں فرق

باب مفاعلہ کی مشارکت اور باب تفاعل کے تشارک میں چند وجوہ سے فرق ہے۔

① اول یہ کہ باب مفاعلہ میں متشارکین میں ایک بصورتِ فاعل اور دوسرا بصورتِ مفعول ہوتا ہے، اور تفاعل میں دونوں بصورتِ فاعل ہوتے ہیں لیکن معنیٰ میں کچھ فرق نہیں ہوتا۔

② دوسرا یہ کہ بابِ مفاعلہ میں دو طرف سے زائد نہیں ہوتے، اگر چہ ان طرفوں میں سے ہر ایک یا ان میں سے ایک متعدد ہو، بخلاف تفاعل کے، کہ اس میں اطراف متعدد ہو سکتے ہیں، جیسے: ''عشرۃ رجال تقاتلوا'' ان میں ہر ایک فاعل اور مفعول ہے۔

③ تیسرا یہ کہ بابِ مفاعلہ میں وہ مفعول جو مشارکِ فاعل ہوتا ہے، (وہ) بابِ تفاعل میں فاعل ہو جاتا ہے، جیسے: ''ضارب زیدٌ عمرو'' اس میں فاعل کا مشارک ہو گیا اور تفاعل میں فاعل جیسے: ''تضَارَبَ زیدٌ عمروٌ'' میں فاعل ہو گیا۔

④ چوتھا یہ کہ تفاعل صرف صدورِ فعل میں شرکت کے واسطے بھی آتا ہے بغیر اس کے کہ تعلق فعل میں شرکت ہو یعنی صدور میں شریک اور تعلق میں شریک نہیں، ⑪ اور باب مفاعلہ میں یہ نہیں ہو سکتا، جیسے: ''ترافعا شیئا'' ان دونوں نے مل کر کسی چیز کو اٹھایا۔

یہی وجہ ہے کہ باب تفاعل لازمی بھی آتا ہے، اور بابِ مفاعلہ لازم نہیں آتا، مگر یہ صرف شرکتِ صدور قلیل ہے۔

---

⑪ یعنی شرکت صدور میں نہ کہ تعلق میں۔

❷ تخییل:

تخییل کے لغوی معنی وہم میں ڈالنا، کسی خیال میں ڈال دینا۔
(اور اصطلاحی معنی یہ ہے کہ) فاعل کا دوسرے کو حصولِ ماخذ اپنے اندر دکھلانا، حالانکہ وہ نہ فاعل کو حصولِ طبعی ہے، اور نہ اس کو حاصل ہے، جیسے: "**تَمَارَضَ زیدٌ**" زید نے اپنے آپ کو بیمار ظاہر کیا، بیماری نہ زید کو حاصل ہے اور نہ مطلوب۔

مطاوعتِ بابِ تفاعَلَ: ⑪

بابِ تفاعل، بابِ مفاعلہ کا اس وقت مطاوع ہوتا ہے جب کہ مفاعلہ بابِ اِفعال کے معنی میں ہو، جیسے: "**باعدتُهٗ فتبَاعَدَ**" میں نے اس کو دور کیا پس وہ دور ہوا، پس اس صورت میں "**فَتَبَاعَدَ**" مطاوع ہوتا ہے "**باعدته**" کا، جو بمعنی "**أبعدتُهٗ**" ہے۔

موافقتِ ثلاثی مجرد و بابِ اَفعَلَ: ⑫

① یعنی عدمِ تشارک میں ثلاثی مجرد کے موافق ہونا، جیسے: **تعالی الله**" بمعنی "**علی**" ⑬ بلندی، اور "**توانیٰ**" بمعنی "**وَنیٰ**" سست ہونا۔

② موافقت بابِ اَفعل: جیسا "**تَیامَنَ**" بمعنی "**اَیمَنَ**"، وہ یمن میں داخل ہوا، یا پہنچا۔ اس میں خاصہ بلوغ ہے جو کہ بابِ اِفعال کا خاصہ ہے۔

ابتداء:

① جس کا مجرد نہ ہو، اس کی مثال یہ ہے، جیسے: "**تداحکَ**" بمعنی "**تداخلَ**" ⑭

② (جس کا مجرد استعمال ہو اس کی مثال) جیسے: "**تبارکَ الله**" وہ مقدس اور منزہ ہوا، اس کا مجرد "**برکَ**" ہے بمعنی "بیٹھنا" جیسے: "**بَرَکَ الابل**" اونٹ بیٹھ گیا۔

فائدہ:

وہ لفظ جو بابِ مفاعلہ میں دو مفعول چاہتا ہے، جیسے: "**جاذبت زیداً ثوباً**" بابِ تفاعل میں ایک مفعول چاہے گا جب اسے باب تفاعل میں لے جائیں، جیسے: "**تجاذَبنَا ثوباً**"۔

---

⑪ یعنی باب مفاعلہ۔ ۱۲ ⑫ یعنی بابِ اِفعال ۱۲۔ ⑬ **والصحیح "علا"**۔ ⑭ بمعنی "گھل مل جانا"، اس کا مجردِ مستعمل نہیں ہے۔ ۱۲

اور اگر وہ باب مفاعلہ میں ایک مفعول چاہتا ہے، تو باب تفاعل میں آکر لازمی ہوگا، جیسے: ''تَقَاتَلَ زیدٌ و عمروٌ'' باعتبار معنی نہ کہ لفظی۔

مصنف رحمہ اللہ کی اس قید سے ۔۔۔۔۔۔ ⑪

خاصیات بابِ افتعال

① اتخاذ:

افتعال کی ا (ایک) خاصیت اتخاذ ہے، اور یہ خاصیت اس کی خاص ہے۔

اتخاذ کے چار معانی ہیں:

① ساختن ماخذ ② گرفتن ماخذ، ③ یا چیزے را ماخذ ساختن، ④ چیزے را در ماخذ ساختن۔ ⑫

① ساختنِ ماخذ: فاعل کا ماخذ کو بنانا، اور ایجاد کرنا، جیسے: ''اِحتجرت الفارۃ'' چوہے نے سوراخ بنایا، اس کا ماخذ ''حُجر'' بمعنی سوراخ ہے۔ یا ''اِحتجرَ زیدٌ'' زید نے اپنے لیے حجرہ بنایا، اس کا ماخذ ''حُجر'' بمعنی حجرہ ہے۔

② رفتن ماخذ یا اختیار نمودن: جیسے: ''اِجتَنَبَ زیدٌ'' زید نے پہلو پکڑ لیا، جانب، گوشہ نشینی اختیار کیا، ماخذ ''جنب'' ہے۔

③ چیزے راعین ماخذ ساختن: جیسے: ''اِغتَذی زیدٌ الشاۃ'' زید نے بکرے کو غذا بنایا، ''اِغتذیٰ'' کا ماخذ ''غذا'' ہے۔

④ یا چیزے را در ماخذ گرفتن و بردن یا ساختن: جیسے: ''اِعتضَدَ زید العصا'' زید نے عصا کو بازو میں پکڑ لیا۔ ⑬

---

⑪ اصل کاپی میں بیاض ہے ۱۲۔ ⑫ یعنی (الف) ماخذ کو بنانا، تیار کرنا، جیسے: ''اِحتجر الضب'' (ب) فاعل کا ماخذ کو اختیار کرنا، جیسے: اجتنب۔ (ج) کسی چیز کو ماخذ بنانا، جیسے: ''اغتذی الشاۃ'' (د) کسی چیز کو ماخذ میں لینا، جیسے: ''اعتضدهٗ'' (شرح انوری، ص: ۳۳، ۳۴)۔ ⑬ ماٰخذ ''عَضُدَ'' ہے بمعنی بازو، بانہہ، کہنی سے مونڈھے تک کا حصہ، اس کی جمع أعضاد و أعضُد آتی ہے۔ ۱۲ (القاموس الجدید، ص: ۵۲۲، مادہ: غ ض، ط: ادارہ اسلامیات، لاہور)۔ ۱۲

② تصرف:

دوم خاصیت تصرف یعنی جِدّ نمودن، فاعل کا تحصیل فعل میں کوشش کرنا، "جِدّ" بمعنی کوشش کرنا، جیسے: "اکتسب زید المال" زید نے مال (حاصل کرنے کے لیے) کوشش کی ①، ماخذ "کسب" ہے۔

فائدہ:

اکتساب اور کسب میں فرق یہ ہے کہ **کسب:** کسی شئے کا حاصل کرنا، جس طریقہ سے بھی حاصل ہو، اور **اکتساب:** کسی شئے کا کوشش سے حاصل کرنا۔

③ تخییر:

خاصیت سوم تخییر ہے، تخییر لغت میں کسی شئے کو پسند کرنا، اور اصطلاح میں فاعل کا فعل کو اپنے لیے کرنا "تخییر": فَعْلُ الْفَاعِلِ الْفِعْلَ لِنَفْسِہٖ۔ جیسے: "إِكْتَالَ زيد الشعير" زید نے "جَو" اپنے لئے ماپے۔ ②

④ مطاوعت: ③

(جیسے) "غَمَّمْتُهٗ فَاغْتَمَّ" میں نے اس کو غمگین کیا، پھر وہ غمگین ہوا۔

⑤ موافقت:

[الف] موافقت مجرد: (جیسے) "إِبْتَلَجَ الصُّبْحُ" بمعنی "بَلَجَ الصُّبْحُ" صبح روشن ہوئی۔

[ب] موافقتِ أفعل: ④ (جیسے) "إِحْتَجَزَ زَيْدٌ" (بمعنی) أَحْجَزَ زَيْدٌ" زید حجاز میں پہنچا یا داخل ہوا، اس میں خاصہ بلوغ ہے۔

[ج] موافقتِ تفعّل: (جیسے) إِرْتَدَّ بمعنی تَرَدَّ ⑤ زید نے چادر پہنی، اس میں خاصہ تعمل ہے۔

[د] موافقتِ تفاعل: (جیسے) "إِخْتَصَمَ زيد وعمرو" بمعنی "تَخَاصَمَ زيد وعمرو" زید اور عمرو نے باہم خصومت کی، اس میں خاصہ تشارک ہے۔

① زید نے کوشش سے مال حاصل کیا۔ ۱۲ (شرح انوری فارسی، ص: ۳۴) ② یہاں فاعل "زید" نے اپنے لیے ماپنے کا عمل کیا ہے۔ ③ مطاوعتِ تفعیل۔ ④ یعنی بابِ اِفعال۔ ۱۲۔ ⑤ والصحیح "اِرْتَدیٰ بمعنی تَرَدّیٰ"۔

[ر] موافقتِ استفعال: (جیسے) اِیْتَجَرَ زیدٌ بمعنی "اسْتَاجَرَ زیدٌ" زید نے اجرت طلب کی، اس میں خاصہ طلب ہے۔

موافقت مزید مجرد در خاصیت سائد و اگر مزید موافقت مزید کند، در خاصیت باشد، اگرچہ مجرد اگر در مزید در آرند خاصیت باشد۔

⑥ ابتداء:

[الف] ابتداء دو قسم پر ہے: اول یہ کہ اس کا مجرد نہ آتا ہو (جیسے) "إقامت الشاة" مصدر اِقیام ہے اور ماخذ "قیم" ہے۔ شاة[1] نے گھاس چاہا۔ اس کا مجرد مستعمل نہیں۔

[ب] یا مجرد آیا مگر بمعنی دیگر باشد، (جیسے) "اِسْتَلَمَ الحَجَرَ الأَسْوَدَ" اس نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا، اس کا مجرد سَلِم ہے بمعنی سلامت۔

خاصیاتِ بابِ استفعال

بابِ استفعال کی اشہر[2] خاصیتیں طلب و لیاقت ہے:

① طلب، لیاقت:

طلب: (کا) لغوی معنی: طلب کرنا، اصطلاح (میں) فاعل کا ماخذ کو طلب کرنا۔

لیاقت: (کا لغوی معنی) لائق و مستحق ہونا، اور اصطلاح میں: فاعل کا ماخذ کے لیے لائق ہونا۔

طلب کی مثال: "اِسْتَطْعَمَ زیدٌ عمرواً" زید نے عمرو سے کھانا مانگا، اس کا ماخذ "طعام" ہے۔

لیاقت کی مثال: "اِسْتَرْقَعَ الثَّوْبُ" کپڑا پیوند کے قابل ہوگیا، ماخذ "رقع" بمعنی (پیوند) ہے۔

اہم نکتہ و فائدہ:

مصنف (رحمۃ اللہ علیہ) کا (خاصہ) طلب اور (خاصہ) لیاقت (کو) ایک جگہ جمع کرنے کا سبب یہ ہے کہ "(خاصہ) طلب" میں طلب تقدیری ہے، اس لیے کہ جب کپڑا پرانا اور کمزور

---

① بکری۔ ② زیادہ مشہور۔

ہونے کی وجہ سے پیوند لگانے کے قابل ہوجاتا ہے تو گویا پیوند کا طالب ہوگیا، "اِستَطعَمَ" کے اندر طلب حقیقی اور "اِستَرقَعَ" کے اندر طلب تقدیری ہے، اس لیے مصنف (علیہ الرحمۃ) نے طلب اور لیاقت ایک ساتھ جمع کیے۔

② وجدان:

خاصیت دوم وجدان ہے، لغت میں معرفتِ قلبی (کو کہتے ہیں) اور اصطلاح میں فاعل کا مفعول کو موصوف بماخذ پانا۔ جیسے "اِستَکرَمتُ زیداً" میں نے زید کو کریم پایا (ماخذ کرم بمعنی "سخا" ہے)۔

③ حسبان:

تیسری خاصیت حسبان ہے، (لغوی معنی) کسی چیز پر گمان کرنا، اور اصطلاح میں فاعل کا کسی چیز کو موصوف بماخذ گمان کرنا، نحو "اِستَحسَنتُ زیداً" میں نے زید کو نیک گمان کیا، ماخذ "حسن" ہے۔

وجدان اور حسبان میں فرق:

وجدان اور حسبان میں یہ فرق ہے کہ وجدان میں معنی یقین اور حسبان میں معنی گمان وظن کے ہوتے ہیں۔

④ تحول:

چوتھی خاصیت تحول ہے، لغوی معنی: کسی چیز کا کسی طرف پھرنا (اور) اصطلاح کے اندر کسی چیز کا عین ماخذ یا مثل ماخذ ہونا۔

اور تحول دو قسم پر ہے:

① **تحول صوری:** کسی چیز کا ماخذ کی طرف صورتاً پھرنا، جیسے: "اِستَحجَرَ الطِّینُ" اس میں عین ماخذ بننا اور مثل ماخذ بننے کی مثال ہے، جیسے: مٹی حقیقتاً پتھر ہوگئی یا پتھر کے مانند ہوگئی، ماخذ "حجر" ہے۔

② **تحولِ معنوی:** جیسے "اِستَنوَقَ الاِبِلُ" اونٹ اونٹنی ہوگیا، اس میں ماخذ "ناقۃ"

ہے، یعنی اس کی صفات اونٹنی جیسی ہو گئیں۔

فائدہ:

(استنوق الابل) یہ ضرب المثل عرب اس موقع پر بولتے ہیں جب کوئی شخص اپنی بات کو دوسرے کی بات کے ساتھ ملا دے، یا کسی چیز کی صفت کو دوسری چیز کی صفت قرار دے، (تو) اس پر عرب یہ ضرب المثل کہتے ہیں۔

⑤ اتخاذ:

پانچویں خاصیت اتخاذ ہے، (لغوی معنی) فاعل کا کسی چیز کو ایجاد کرنا یا بنانا، اصطلاح میں فاعل کا ماخذ کو پکڑنا، نحو: ''اِستَوطَنَ زیدٌ القُریٰ'' زید نے گاؤں کو وطن بنایا، ماخذ ''وطن'' ہے۔

⑥ قصر:

چھٹی خاصیت قصر ہے، قصر کے لغوی معنی چھوٹا بنانا، اور اصطلاح میں لمبی چوڑی عبارت سے بابِ استفعال بنانا، نحو ''اِستَرجَعَ زیدٌ'' زید نے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا۔

فائدہ:

قصر (کی خاصیت کو) بابِ استفعال کے خواص میں سے نہیں بنانا چاہیئے بلکہ موافقتِ تفعیل میں سے بنانا چاہیئے، اس لیے کہ بابِ استفعال میں قصر نادر ہے۔ اور خواصِ ابواب میں معانی کا مشہور، کثیر ہونا معتبر ہے، گویا یہاں مسامحت ہے، چشم پوشی کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہے۔

⑦ مطاوعتِ اَفعَل: [11]

ساتویں خاصیت مطاوعتِ افعل، نحو ''أقمتُہ فَاستَقَامَ'' میں نے اس کو کھڑا کیا پس وہ کھڑا ہو گیا۔

⑧ موافقت:

[الف]: موافقت مجرد یعنی فَعَلَ: جیسے: ''اِستَقَرَّ زیدٌ'' بمعنی ''قَرَّ زیدٌ'' [12]

[ب]: موافقتِ اَفْعَلَ ⑪: نحو"اِستَجَبتُه" بمعنیٰ"أَجَبتُه" میں نے اس کو جواب دیا، اس میں اعطائے ماخذ ہے۔

[د]: موافقتِ تفعُّل: نحو"اِستَکبَرَ زید" بمعنیٰ"تَکَبَّرَ زیدٌ" زید نے اپنے کبر کا اظہار کیا، اس میں (خاصہ) "تکلف" ہے۔

[ر]: موافقت اِفتعال: نحو"اِستَعصَمَ" بمعنیٰ"اِعتَصَمَ" ماخذ کو پکڑنا (اس میں) اتخاذ ہے، اس نے عصمت کو پکڑ لیا۔

⑨ ابتداء:

نویں خاصیت ابتداء ہے۔

[الف]: اول یہ کہ مجرد نہ آیا ہو، نحو"اِستَأجَزَ علی الوسادۃ" وہ تکیہ پر ٹیڑھا ہوا۔

[ب]: جس کا مجرد بمعنی دیگر آیا ہو، نحو"اِستَعَانَ زیدٌ" زید نے زیرِ ناف کے بال مونڈے، اس کا مجرد"عان" بمعنی مدد ہے۔

تمت خواصِ بابِ استفعال

خاصیاتِ بابِ انفعال

① لازمی:

[الف]: بابِ انفعال کی خاصیت لازم ہونا ہے، یہ لزوم، لازمی اور علاج بھی لازم کسی اور باب کا خاصہ نہیں، یعنی جہاں بابِ انفعال وہاں لزوم ضروری ہے، اور جہاں بابِ انفعال ہو وہاں علاج ضروری ہے۔

یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ بابِ انفعال ہو اور متعدی ہو، یہ ضروری نہیں،

جہاں بابِ انفعال ہو، وہاں پر لزوم اور علاج ضروری ہے، برابر ہے کہ اس کا مجرد بھی لازمی ہو، جیسے: "اِنفَرَحَ" وہ خوش ہوا، اس کا مجرد"فَرِحَ" بمعنیٰ خوش ہوا، بھی لازمی ہے۔

یا اس کا مجرد لازمی نہ ہو، متعدی ہو، جیسے: "اِنصَرَفَ زید" زید لوٹا، پھرا، اس کا مجرد "صَرَفَ زیدٌ" زید نے پھیرا اور لوٹا دیا، متعدی ہے۔

---

⑪ یعنی بابِ افعال۔ ۱۲

[ب]: اور اس کا خاصہ علاج ہے، یعنی اس کا ان اَفعال میں سے ہونا، جن کے معنی کا ادراک ''حس'' (یعنی حواسِ ظاہرہ) سے ہو سکے، اور اعضائے ظاہری، ہاتھ، پاؤں کا اثر ہو، جیسے: ''انکسار'' (بمعنی) ٹوٹنا، ''انفطار'' (بمعنی) پھٹنا، یہ دونوں امرِ حسی ہیں، اور فعل جوارح یعنی اعضائے ظاہری کا اثر ہے، جو ''کسر'' بمعنی توڑنا، اور ''فطر'' بمعنی پھاڑنے سے پیدا ہوئے ہیں، پس ''عَرَفْتُہٗ فانصرف'' صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ عرفان قلب کا فعل ہے نہ کہ جوارح کا، اور اس کا اثر جو ایک شئے کا معلوم و معروف ہونا ہے، امرِ حسی نہیں ہے، پس افعالِ قلبی اس سے نہیں ہونگے۔

② مطاوعت مجرد:

مطاوعت فعل مجرد دوسرا خاصہ ہے، مطاوعتِ فعل اکثر ہے، اور اس کے علاوہ کم ہے، یعنی باب انفعال کا ثلاثی مجرد کی مطاوعت غالب ہے اور بابِ افعال کا مطاوع بننا قلیل ہے۔

مثالِ مجرد: جیسے ''کَسَرتُہٗ فَانْکَسَرَ'' میں نے اس کو توڑا، پس وہ ٹوٹ گیا۔

③ موافقت (مجرد و افعال):

بابِ انفعال کا ثلاثی مجرد اور بابِ افعال کے معنیٰ کے ساتھ موافق ہونا نادر ہے۔

موافقت مجرد کی مثال: ''اِنْحَمَقَ زید'' بمعنیٰ ''حَمُقَ'' زید احمق ہوا۔

موافقت اِفعال کی مثال: ''اِنْحَجَزَ'' بمعنیٰ ''اَحْجَزَ'' وہ حجاز میں گیا، اس میں خاصہ بلوغ ہے۔

④ ایک فائدہ:

بابِ انفعال کا فاءِ کلمہ حروفِ یرملون ⑪ سے نہیں آتا، یعنی ان افعال سے کہ جس کا فاء کلمہ ''یرملون'' میں سے ہو، نہیں آئے گا، اگر یہ حروف ہوں تو اس باب کو افتعال سے لاتے ہیں، جیسے: لویت الرسن فالتوا'' ⑫ میں نے رسی بٹی پس وہ بٹ گئی، و ''رَفَعْتُہٗ فَارتفع'' میں نے اس کو اٹھایا (پس) وہ اٹھ گیا، وَنَقَلْتُہٗ فَانْتَقَل'' (میں نے اس کو نقل کیا، پس وہ نقل

⑪ حروفِ یرملون یعنی: ی، ر، م، ل، و، ن۔ ⑫ والصحیح: فالتویٰ۔

ہوگیا) و ''وَصلتُهٗ فاتصل'' (میں نے اسکو پہنچایا، پس وہ پہنچ گیا) و ''مَدَدتُهٗ فامتَدَ'' میں نے اس کو کھینچا، پس وہ کھنچ گیا۔

⑤ مطاوعتِ بابِ أفعل:

پانچویں (خاصیت) مطاوعتِ أفعل یعنی بابِ افعال ہے، مصنف (رحمہ اللہ تعالی) کا اس کو بلفظِ مضارع لانے سے اس کے قلیل ہونے کی طرف اشارہ کرنا ہے، جیسے: ''أغلقتُ البابَ فانغلقَ'' میں نے دروازہ بند کیا پس وہ بند ہوا۔

⑥ ابتداء:

(قوله) ويبتدأ۔۔۔الخ اور یہ کبھی ابتداء کے لیے بھی آتا ہے، برابر ہے کہ اس کا مجرد نہ آیا ہو، جیسے: ''اِنحجر'' وہ سوراخ میں گھس گیا، ''انحجر'' کا مجرد نہیں۔

[ب]: یا مجرد ہو، مگر بمعنیٰ دیگر آیا ہو، جیسے: ''فَانطَلَق'' وہ چل پڑا، اس کا مجرد ''طلاقت'' ''طلق یطلق'' ہے، ''طلاقت'' بمعنیٰ کشادہ روح ہونا، یہاں بھی مضارع کا لفظ لانے سے اشارہ تقلیل کی طرف ہے'' وأيضا لان هذا الباب لكونه من فعل الجوارح يكون مطاوعا في الاغلاق، فيكون ابتداء قليلا۔

خاصیاتِ بابِ افعیعال

[الف]: بابِ افعیعال کا لازم ہونا غالب اور اکثر ہے، جیسے: ''اِحدَوْدَبَ زید'' زید کھڑا ہوا، و ''اِخشَوْشَنَ الحَجَرُ'' پتھر سخت ہوا، ''اِخلَوْلَقَ الثَّوْبُ'' کپڑا بہت پرانا ہوا۔

[ب]: اور متعدی ہونا مغلوب ہے، جیسے: ''اِحلَوْلیتُ اللّبن'' میں نے دودھ کو بہت شیرین سمجھا، ''اِعرَوْرَیتُ الفرَس'' میں گھوڑے کی (ننگی پشت) پر سوار ہوا،

اس باب کو مبالغہ لازمی ہے، غیر مبالغہ (اس) سے کچھ نہیں، جیسے: ''اِعْشَوْشیت الارض'' زمین بہت گھاس والی ہوگئی۔

① مطاوعتِ (مجرد):

مطاوعتِ بابِ فَعَلَ: یعنی ثلاثی مجرد کے ساتھ مطاوعت کرنا اور بابِ اِستفعال کے

ساتھ معنی میں برابر ہونا، یہ دونوں اس باب میں نادر ہے۔

مثالِ مطاوعت: (جیسے) "ثَنَیتُهٗ فَاثْنُون ⑪" میں نے اس کو لپیٹ لیا پس وہ لپیٹ گیا (موڑنے کے معنیٰ میں بھی آتا ہے)۔

③ موافقت باب (استفعال):

استفعال کی موافقت کی مثال: (جیسے) اِحلَوْلیتُهٗ" بمعنیٰ "اِستَحلَیتُهٗ" میں نے اس کو بہت میٹھا سمجھا، اس میں خاصہ حسبان ہے۔

خاصیاتِ بابِ افعلال و افعیلال

① لزوم:

بابِ افعلال اور افعیلال دونوں کو مبالغہ لازم ہے، جیسے: "اِحْمَرَّ زیدٌ" زید بہت سرخ ہوا، و "اِشْهَابَّ زیدٌ" زید بہت سفید ہوا۔

② مبالغہ:

اور ان دونوں میں لون اور عیب کا معنیٰ غالب ہے، یہ غلبہ ان دونوں کے غیر کے لحاظ سے ہے، اگرچہ آپس میں ان دونوں میں لون، عیب سے أغلب ہے۔

لون کی مثال: إحمَرَّ، إبیَضَّ، اِصْفَرَّ۔

اور عیب کی مثال: "اِحْوَلَّ" اور "اِحوَالَّ زیدٌ" زید بھینگا ہوا۔

③ لون ④ عیب:

ان دونوں بابوں میں یہ فرق ہے کہ "افعلال" لونِ طبعی پر دلالت کرتا ہے، اور افعیلال لونِ عارضی پر دلالت کرتا ہے، اور اس کا برعکس بہت کم آتا ہے، ان دونوں کا لون و عیب سے خالی ہونا بہت کم ہے، جیسے: "اِرْقَدَّ زیدٌ" زید نے جلدی کی، "اِبهارَ اللیلُ" رات آدھی ہوگئی۔

خاصیاتِ بابِ افعوّال

① اقتضاب:

بابِ افعوّال کی خاصیت اقتضاب ہے، مقتضب لغت میں بمعنیٰ کٹا ہوا، اور اصطلاح

---

⑪ والصحیح: فاثنونی۔ ۱۲

میں) وہ بناء ہے، جس کی اصل یا مثل اصل نہ ہو، اور حرفِ الحاق (اور) حرفِ زائد سے (جو کسی معنیٰ کے لیے ہو) خالی ہو، اور اس کا ایک نام مرتجل بھی ہے، اور ارتجال کا معنیٰ بغیر سوچے پاؤں رکھنا، اور اصطلاح میں بغیر سوچے (فی البدیہہ) اشعار پڑھنا، جیسے: ''اِخرَوَّطَ بِهِمُ السَّیرُ'' ان کو رفتار نے دراز کر دیا، تیز کھینچا۔

مقتضب اور ابتداء میں نسبت:

مقتضب اور ابتداء کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، مقتضب اخص اور ابتداء اعم ہے، جیسے: ''حوی الفرس اِحوَوَّ'' اس میں اقتضاب نہیں ہے۔

④ مبالغہ:

اور افعوال کبھی کبھی مبالغہ کے لیے بھی آتا ہے لیکن کم، جیسے: اِعلَوَّطَ البعیر'' وہ اونٹ کی گردن پر لٹک کر سوار ہوا، و''اِجلَوَّذَ بِهِمُ السیرُ'' ہمیشہ رہا ان کو تیز چلنا، ان دونوں میں مبالغہ ہے اور دوسرے میں چلنے میں مبالغہ ہے۔

خاصیاتِ بابِ فَعلَلَ [1]

فعلل کے بہت سے خواص ہیں، جن کا ضبط دشوار ہے، لیکن ان میں سے چند برائے ''نمونہ مشت از خروارے'' ذکر کیے جاتے ہیں۔

[الف] ① قصر:

قصر کے لیے آتا ہے، جیسے: ''حَمدَلَ زید'' زید نے الحمد للہ کہا، و''بَسمَلَ زید'' زید نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا۔

② الباسِ ماخذ:

الباس ماخذ کے لیے جیسے: ''بَرقَعتُہ'' میں نے اس کے اوپر برقع اوڑھایا۔

③ اتخاذ:

اتخاذ کے لیے، جیسے: ''قَنتَلَ زید'' [2] زید نے پل بنایا۔

---

① نوٹ: یہاں سے رباعی مجرد کے خاصیات شروع ہوئے ۱۲۔ ② والصحیح: قَنطَرَ۔

⑦ تعمل: (یعنی ماخذ کو کام میں لانا)

تعمل کے لیے، جیسے: "زَعْفَرَ زیدٌ الثَّوْبَ" زید نے کپڑے کو زعفرانی رنگ دیا۔

⑧ مطاوعت:

اور اپنے نفس کے مطاوعت کے لیے، جیسے: "غطرش الليلُ بصرهٗ فَغَطْرَشَ" رات نے اس کی آنکھ کو تاریک بنایا، پس وہ تاریک ہوگئی، اس کو "مطاوعت نفسیہ" کہتے ہیں۔

[ب]:

"ولم يروا الا صحيحا و مضاعفاً و مهموزاً قليلاً و معتلاً نادراً"

یعنی بابِ فعلل اکثر صحیح ومضاعف آتا ہے، اور مہموز بھی آتا ہے مگر بر سبیلِ قلت، یعنی بہت کم، اور معتل بہت کم آتا ہے۔

جیسے: "وَهْوَهَ يُوَهْوِهُ وَهْوَهَةً" "وَسْوَسَ يُوَسْوِسُ، يَحْيَحَ زيدٌ ابلاً، زید نے اونٹ کو بلایا، "وَحَيْحَى" بکری کو بلانا۔

مہموز کی مثال: "طَأطَأَ" سر جھکانا۔

خاصیاتِ بابِ تَفَعْلُلْ [1]

① مطاوعتِ فعلل:

(باب) تفعلل مطاوعت بابِ فعلل کی کرتا ہے، جیسے: دَحْرَجْتُهٗ فَتَدَحْرَجَ" (تَدَحرَجتُهٗ فَدَحرَجَ) میں نے اس کو لڑھکایا، پس وہ لڑھک گیا۔

② مقتضب:

اور کبھی مقتضب بھی آتا ہے، جیسے: "تَحَبْرَسَ" [2] وہ ناز سے چلا۔

خاصیاتِ بابِ افعنلل

باب افعنلل لازمی آتا ہے نہ کہ متعدی، اور فعلل رباعی مجرد کی مطاوعت کرتا ہے، جیسے:

[1] یہاں سے خاصیاتِ رباعی مزید فیہ شروع ہوئے۔ [2] والصحیح: تَهَبْرَسَ۔

"سَعْجَرْتُهٗ فَاسْعَنْجَرَ" ① میں نے اس کو بہایا پس وہ بہہ گیا۔

خاصیاتِ بابِ افعلّل

اسی کی خاصیت بھی لازم اور رباعی مجرد کی مطاوعت کرنا ہے، ② جیسے: "طَمْأَنْتُهٗ فَطْمَأَنَ" ③ میں نے اس کو اطمینان دلایا پس وہ مطمئن ہو گیا۔

قوله: "ویجیئ مقتضبا" الخ، اور کبھی کبھی مقتضب بھی آتا ہے، جیسے: "اکفحرَ یکفَحِرُ اکفحراراً" "اکفحر النجم" ④ "شدت تاریکی میں ستارہ روشن ہوا۔

قوله: "وفی الملحقات مبالغة ایضا: یعنی وفی الملحقات مع موافقة الملحق به فی الصیغ والخواص والمعانی مبالغة ایضا وإن لم یکن فی الملحق به، کما حوقل زیدٌ، زید بہت بوڑھا ہو گیا"، "وَجَهْوَرَ زیدٌ" زید نے آواز کو بہت بلند کیا۔

☆☆☆☆

---

① والصحیح: ثَعْجَرْتُهٗ فَاثْعَنْجَرَ۔ ② یعنی اس باب میں بھی لزوم اور مطاوعت کا خاصہ ہے۔ ③ والصحیح: فَاطْمأنَ۔ ④ والصحیح: اِکْفَهَرَّ ۱۲۔

آج بروز بدھ (سہ شنبہ) بتاریخ ۱۵ رجب المرجب ۱۳۹۰ھ بمطابق ۱۷ ستمبر ۱۹۷۰ء خواصِ افعال ختم ہوئے۔

اللھم انفعنی بما علمتنی وعلمنی ما ینفعنی، والحمد للہ علی کل حال، وأعوذ باللہ من حال أھل النار۔

محمد ولی درویش

متعلم: درجہ ثانیہ

مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی، سہ شنبہ، بعد از ظہر ۱۳۹۰ھ

محمد ولی بقلم خود

تاریخ: 17.9.70

الحمد للہ! آج بروز پیر بتاریخ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ بمطابق ۱۰ مارچ ۲۰۱۴ء بوقت شب ۱۱ بج کر ۲۰ منٹ پر والدِ محترم رحمۃ اللہ علیہ کی چوالیس (۴۴) سالہ پرانی کاپی کی تبییض سے فارغ ہوا۔ والحمد للہ علی ذلک حمداً کثیراً۔

نوشتم آنچہ دیدم در کتاب عاقبت واللہ اعلم بالصواب

محمد عمران ولیؔ

مجلس دعوت وتحقیق اسلامی

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

دورانِ امتحانِ ششماہی جامعہ